ف۱ یعنی سب ملک اُس کا ہے اور تنہا اُسی کا اختیار ساری سلطنت میں چلتا ہے۔ ف۲ یعنی مرنے جینے کا سلسلہ اُسی نے قائم کیا، ہم پہلے کچھ نہ تھے (اُسے موت ہی سمجھو) پھر پیدا
کیا، اُس کے بعد موت بھیجی، پھر مرے پیچھے زندہ کر دیا۔ کما قال "وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ" (بقرہ۔ رکوع ۳) موت و حیات کا یہ سارا سلسلہ اس لئے ہے کہ
تمہارے اعمال کی جانچ کرے کہ کون بُرے کام کرتا ہے کون اچھے، اور کون اچھے سے اچھے۔ پہلی زندگی میں یہ امتحان ہوا اور دوسری زندگی میں اُس کا مکمل نتیجہ دکھلا دیا گیا۔ فرض کرو اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا، اور موت نہ آتی تو لوگ مبدا، و منتہٰی سے غافل اور بیفکر ہو کر عمل چھوڑ بیٹھتے اور دوبارہ زندہ نہ کیے جاتے تو بھلے بُرے کا بدلہ کہاں ملتا

ف۳ یعنی زبردست ہے جس کی پکڑ سے کوئی نہیں نکل سکتا اور بخشنے والا بھی بہت بڑا ہے۔

ف۴ حدیث میں آیا کہ ایک آسمان کے اُوپر دوسرا آسمان، دوسرے پر تیسرا اسی طرح سات آسمان اُوپر نیچے ہیں۔ اور ہر ایک آسمان سے دوسرے تک پانسو برس کی مسافت ہے نصوص میں یہ تصریح نہیں کی گئی کہ اُوپر جو نیلگونی چیز ہم کو نظر آتی ہے وہ ہی آسمان ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ساتوں آسمان اس کے اُوپر ہوں اور یہ نیلگونی چیز آسمان کی چھت گیری کا کام دیتی ہو۔

ف۵ یعنی قدرت نے اپنے انتظام اور کاریگری میں کہیں فرق نہیں کیا ہر چیز میں انسان سے لے کر حیوانات، نباتات، عناصر، اجرام علویہ سبع سماوات اور نیرات تک یکساں کاریگری دکھلائی ہے۔ یہ نہیں کہ بعض اشیاء کو حکمت و بصیرت سے اور بعض کو یونہی کیف ما اتفق، بے ٹھکانا بیکار و فضول بنا دیا ہو (العیاذ باللہ) اور جہاں کسی کو ایسا وہم گذرے، سمجھو اُس کی عقل و نظر کا قصور ہے۔

ف۶ یعنی ساری کائنات نیچے سے اُوپر تک ایک قانون اور مضبوط نظام میں جکڑی ہوئی ہے اور کڑی سے کڑی ملی ہوئی ہے، کہیں درز یا دراڑ نہیں۔ نہ کسی صنعت میں کسی طرح کا اختلال پایا جاتا ہے۔ ہر چیز ویسی ہے جیسا اُسے ہونا چاہیئے۔ اور اگر یہ آیتیں صرف آسمان سے متعلق ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اے مخاطب! اُوپر آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ کہیں اونچ نیچ یا درز اور شگاف نہیں پائیگا۔ بلکہ ایک صاف، ہموار، متصل، مربوط اور منتظم چیز نظر آئیگی جس میں باوجود مرور دُہور اور تطاول ازمان کے آج تک کوئی فرق اور تفاوت نہیں آیا۔

ف۷ یعنی ممکن ہے ایک آدھ مرتبہ دیکھنے میں نگاہ خطا کر جائے، اس لئے پوری کوشش سے بار بار دیکھ، کہیں کوئی رخنہ تو دکھائی نہیں دیتا خوب غور و فکر اور نظر ثانی کر کہ قدرت کے انتظام میں کہیں اُنگلی رکھنے کی جگہ تو نہیں۔ یاد رکھ! تیری نگاہ تھک جائیگی اور ذلیل و درماندہ ہو کر واپس آجائیگی لیکن خدائی مصنوعات و انتظامات میں کوئی عیب و قصور نہ نکال سکے گی۔

ف۸ یعنی آسمان کی طرف دیکھو! رات کے وقت ستاروں کی جگمگاہٹ سے کیسی رونق و شان معلوم ہوتی ہے۔ یہ قدرتی چراغ ہیں جن سے

سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ ملک مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الجزء ۲۹

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ ﴿۱﴾

بڑی برکت ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں ہے راج اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے ف۱

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ

جس نے بنایا مرنا اور جینا تاکہ تم کو جانچے کون تم میں اچھا کرتا ہے کام ف۲ اور وہ

الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ﴿۲﴾ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ

زبردست ہے بخشنے والا ف۳ جس نے بنائے سات آسمان تہ پر تہ ف۴ کیا دیکھتا ہے تو

خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ

رحمٰن کے بنانے میں کچھ فرق ف۵ پھر دوبارہ نگاہ کر کہیں نظر آتی ہے تجھ کو دراڑ ف۶ پھر

ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿۴﴾ وَ

لوٹا کر نگاہ کر دو دو بار لوٹ آئیگی تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر تھک کر ف۷ اور

لَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ

ہم نے رونق دی سب سے ورلے آسمان کو چراغوں سے ف۸ اور اُن سے کر رکھی ہے ہم نے پھینک مار شیطانوں کے واسطے ف۹ اور

اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿۵﴾ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ

رکھا ہے اُن کے واسطے عذاب دہکتی آگ کا ف۱۰ اور جو لوگ منکر ہوئے اپنے رب سے اُن کے واسطے ہے عذاب دوزخ کا

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۶﴾ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۙ ﴿۷﴾ تَكَادُ

اور بری جگہ جا پہنچے ف۱۱ جب اُس میں ڈالے جائینگے سُنیں گے اُس کا دھاڑنا اور وہ اُچھل رہی ہوگی، ایسا لگتا ہے

تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ

کہ پھٹ پڑیگی جوش سے ف۱۲ جس وقت پڑے اُس میں ایک گروہ پوچھیں اُن سے دوزخ کے داروغہ کیا نہ پہنچا تھا تمہارے پاس

دنیا کے بہت سے منافع وابستہ ہیں۔ ف۹ یہ مضمون سورۂ "حجر" وغیرہ میں کئی جگہ بہت تفصیل سے گذر چکا ہے۔ ف۱۰ یعنی دنیا میں تو شہاب پھینکے جاتے
ہیں اور آخرت میں اُن کے لئے دوزخ کی آگ تیار ہے۔ ف۱۱ یعنی کافروں کا ٹھکانا بھی شیاطین کے ساتھ اسی دوزخ میں ہے۔ ف۱۲ یعنی اُس وقت دوزخ
کی آواز سخت کریہ اور خوفناک ہوگی اور بے انتہا جوش و اشتعال سے ایسا معلوم ہوگا گویا غصہ میں آکر پھٹی پڑتی ہے (اعاذنا اللہ منہا بلطفہ وکرمہ)

ف۱ یہ پوچھنا اور زیادہ ذلیل ومحجوب کرنے کے لئے ہوگا یعنی تم جو اس مصیبت میں آکر پھنسے ہو، کیا کسی نے تم کو متنبہ نہ کیا تھا؟ اور ڈرایا نہ تھا کہ اس راستے سے مت چلو ورنہ سیدھے دوزخ میں گروگے جہاں ایسے ایسے عذاب ہونگے۔

ف۲ یعنی کھسیانے ہوکر حسرت وندامت سے جواب دینگے کہ بیشک ڈرانیوالے آئے تھے مگر ہم نے اُن کی بات نہ مانی - برابر جھٹلایا کئے کہ تم سب غلط کہتے ہو - نہ اللہ نے تم کو بھیجا نہ تم پر وحی اتاری بلکہ تم عقل وفہم کے راستہ سے بہک کر بڑی سخت گمراہی میں جا پڑے ہو۔

نَذِیْرٌ ۝۸ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۵ فَکَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنْ
کوئی ڈرسنانیوالا ف۱ وہ بولیں کیوں نہیں ہمارے پاس پہنچا تھا ڈرسنانیوالا، پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا نہیں اُتاری اللہ نے کوئی

شَیْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کَبِیْرٍ ۝۹ وَ قَالُوْا لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا
چیز تم تو پڑے ہوئے ہو بڑے بہکاوے میں ف۲ اور کہیں گے اگر ہم ہوتے سنتے یا سمجھتے تو

کُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝۱۰ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝۱۱
نہ ہوتے دوزخ والوں میں ف۳ سو قائل ہو گئے اپنے گناہ کے اب دفع ہو جائیں دوزخ والے ف۴

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ کَبِیْرٌ ۝۱۲ وَ
جو لوگ ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے ف۵ اُن کے لئے معافی ہے اور ثواب بڑا اور

اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا یَعْلَمُ
تم چھپا کر کہو اپنی بات یا کھول کر وہ خوب جانتا ہے جیوں کے بھید ف۶ بھلا وہ نہ جانے

مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝۱۴ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ
جس نے بنایا اور وہی ہے بھید جاننے والا خبردار ف۷ وہی ہے جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو

ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۝۱۵
پست اب چلو پھرو اُس کے کندھوں پر اور کھاؤ کچھ اُس کی دی ہوئی روزی اور اُسی کی طرف جی اُٹھنا ہے ف۸

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ۝۱۶
کیا تم نڈر ہو گئے اُس سے جو آسمان میں ہے اس سے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں پھر تبھی وہ لرزنے لگے ف۹

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ
یا نڈر ہو گئے ہو اُس سے جو آسمان میں ہے اس بات سے کہ برسا دے تم پر مینہ پتھروں کا ف۱۰ سو جان لوگے

كَیْفَ نَذِیْرِ ۝۱۷ وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ۝۱۸
کیسا ہے میرا ڈرانا ف۱۱ اور جھٹلا چکے ہیں جو اُن سے پہلے تھے پھر کیسا ہوا میرا انکار ف۱۲

اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ یَقْبِضْنَ ؕۘ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا
اور کیا نہیں دیکھتے ہو اُڑتے جانوروں کو اپنے اوپر پَر کھولے ہوئے اور پَر جھپکتے ہوئے اُن کو کوئی نہیں تھام رہا

ف۳ یعنی کیا خبر تھی کہ یہ ڈرانیوالے ہی سچے نکلیں گے - اگر ہم اُس وقت کسی ناصح کی بات سنتے یا عقل سے کام لیکر معاملہ کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو آج دوزخیوں کے زمرہ میں کیوں شامل ہوتے اور تم کو یہ طعن دینے کا موقع کیوں ملتا۔

ف۴ یعنی خود اقرار کر لیا کہ بیشک ہم مجرم ہیں یوں ہی بے قصور ہم کو دوزخ میں نہیں ڈالا جا رہا لیکن اُس ناوقت کے اقرار واعتراف سے کچھ فائدہ نہ ہوگا - ارشاد ہوگا "فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ" (اب دفع ہو جائیں دوزخ والے) ان کے لئے جوارِ رحمت میں کہیں ٹھکانا نہیں۔

ف۵ یعنی اللہ کو دیکھا نہیں، مگر اُس پر اور اُس کی صفات پر پورا یقین رکھتے ہیں - اور اس کی عظمت وجلال کے تصوّر سے لرزتے اور اُس کے عذاب کا خیال کر کے تھرتھراتے ہیں - یا "بالغیب" کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے مجمع سے الگ ہوکر خلوت وعزلت میں اپنے رب کو یاد کر کے لرزاں وترساں رہتے ہیں۔

ف۶ یعنی گو تم اُس کو نہیں دیکھتے مگر وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور تمہاری ہر کھلی چھپی بات خلوت میں ہو یا جلوت میں سب کو جانتا ہے بلکہ دلوں میں اور سینوں میں جو خیالات گذرتے ہیں اُن کی بھی خبر رکھتا ہے غرض وہ تم سے غائب ہے پر تم اُس سے غائب نہیں۔

ف۷ یعنی تمہارا اور تمہارے افعال واقوال ہر چیز کا خالق ومختار وہ ہے، اور خالق ومختار جس چیز کو پیدا کرے ضروری ہے کہ اس کا پورا علم اُسے حاصل ہو، ورنہ پیدا کرنا ممکن نہیں، پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ جس نے بنایا وہ ہی نہ جانے۔

ف۸ یعنی زمین کو تمہارے سامنے کیسا پست وذلیل اور مسخر ومنقاد کر دیا کہ جو چاہو اس میں تصرّف کرو تو چاہئے کہ اُس پر اور اس کے پہاڑوں پر چلو پھرو اور روزی کماؤ، مگر اتنا یاد رکھو کہ جس نے روزی دی ہے اسی کی طرف پھر لوٹ کر جانا ہے۔

ف۹ پہلے انعامات یاد دلائے تھے - اب شانِ قہر وانتقام یاد دلا کر ڈرانا مقصود ہے یعنی زمین بیشک تمہارے لئے مسخر کر دی گئی - مگر یاد رہے اس پر حکومت اُسی آسمان والے کی وہ اگر چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے، اُس وقت زمین بھونچال سے لرزنے لگے اور تم اُس کے اندر اُترتے چلے جاؤ لہٰذا آدمی کو جائز نہیں کہ اُس مالک مختار سے نڈر ہو کر شرارتیں شروع کر دے اور اس کے ڈھیل دینے پر مغرور ہو جائے۔

ف۱۰ یعنی بیشک زمین پر چلو پھرو اور روزی کماؤ، لیکن خدا کو نہ بھولو ورنہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر ایک سخت آندھی بھیج دے یا پتھروں کا مینہ برسا دے پھر تم کیا کروگے ساری دوڑ دھوپ یوں ہی رکھی رہ جائیگی -

ف۱۱ یعنی جس عذاب سے ڈرایا جاتا تھا وہ کیسا تباہ کن اور ہولناک ہے۔

ف۱۲ یعنی "عاد" و "ثمود" وغیرہ کے ساتھ جو معاملہ ہو چکا ہے اس سے عبرت پکڑو - دیکھ لو! اُن کی حرکات پر ہم نے انکار کیا تھا تو وہ انکار کیسے عذاب کی صورت میں ظاہر ہو کر رہا۔

الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ
رحمٰن کے سوائے اُس کی نگاہ میں ہے ہر چیز ف۱ بھلا وہ کون ہے جو فوج ہے تمہاری،

يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ
مدد کرے تمہاری رحمٰن کے سوائے منکر پڑے ہیں بُرے بہکائے ہیں ف۲ بھلا وہ

هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾
کون ہے جو روزی دے تم کو اگر وہ رکھ چھوڑے اپنی روزی ف۳ کوئی نہیں پر اَڑ رہے ہیں شرارت اور بدکنے پر ف۴

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى
بھلا ایک جو چلے اوندھا اپنے منہ کے بل وہ سیدھی راہ پائے یا وہ شخص جو چلے سیدھا ایک

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ
سیدھی راہ پر ف۵ تو کہہ وہی ہے جس نے تم کو بنا کھڑا کیا اور بنا دیئے تمہارے واسطے کان اور

الْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ
آنکھیں اور دل تم بہت تھوڑا حق مانتے ہو ف۶ تو کہہ وہی ہے جس نے کھنڈا دیا تم کو

فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ
زمین میں اور اُسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے ف۷ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾
تم سچے ہو ف۸ تو کہہ خبر تو ہے اللہ ہی کے پاس اور میرا کام تو یہی ڈر سنا دینا ہے کھول کر ف۹

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ
پھر جب دیکھیں گے کہ وہ پاس آ لگا تو بگڑ جائینگے مُنہ منکروں کے اور کہے گا یہی ہے جس کو

كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ
تم مانگتے تھے ف۱۰ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر ہلاک کر دے مجھ کو اللہ اور میرے ساتھ والوں کو

اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ
یا ہم پر رحم کرے پھر وہ کون ہے جو بچائے منکروں کو عذاب دردناک سے ف۱۱ تو کہہ وہی رحمٰن ہے

ف۱ پہلے آسمان و زمین کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں درمیانی چیز کا ذکر ہے یعنی خدا کی قدرت دیکھو پرندے زمین و آسمان کے درمیان کبھی پَر کھول کر اور کبھی بازو سمیٹے ہوئے کس طرح اُڑتے رہتے ہیں۔ اور باوجود جسم ثقیل مائل الی المرکز ہونے کے نیچے نہیں گر پڑتے نہ زمین کی قوتِ جاذبہ اس ذرا سے پرندے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ بتلاؤ رحمان کے سوا کس کا ہاتھ ہے جس نے اُنہیں فضا میں تھام رکھا ہے۔ بیشک رحمان نے اپنی رحمت و حکمت سے اُن کی ساخت ایسی بنائی اور اس میں وہ قوت رکھی جس سے وہ بے تکلف ہوا میں گھنٹوں ٹھہر سکیں۔ وہ ہی ہر چیز کی استعداد کو جانتا اور تمام مخلوق کو اپنی نگاہ میں رکھتا ہے۔ شاید پرندوں کی مثال بیان کرنے سے یہاں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ اللہ آسمان سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے اور کفار اپنے کفر و شرارت سے اُسکے مستحق بھی ہیں۔ لیکن جس طرح رحمان کی رحمت نے پرندوں کو ہوا میں روک رکھا ہے، عذاب بھی اُسی کی رحمت سے رُکا ہوا ہے۔

ف۲ یعنی منکر سخت دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے باطل معبودوں اور فرضی دیوتاؤں کی فوج ان کو اللہ کے عذاب اور آنیوالی آفت سے بچا لیگی؟ خوب سمجھ لو! رحمان سے الگ ہو کر کوئی مدد کو نہ پہنچے گا۔

ف۳ یعنی اللہ اگر روزی کے سامان بند کر لے تو کس کی طاقت ہے جو تم پر روزی کا دروازہ کھول دے؟

ف۴ یعنی دل میں یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ سے الگ ہو کر نہ کوئی نقصان کو روک سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے۔ مگر محض شرارت اور سرکشی ہے کہ توحید و اسلام کی طرف آتے ہوئے بدکتے ہیں۔

ف۵ یعنی ظاہری کامیابی کی راہ طے کر کے وہی مقصد اصلی تک پہنچیگا جو سیدھے راستہ پر آدمیوں کی طرح سیدھا ہو کر چلے۔ جو شخص ناہموار راستہ پر اوندھا ہو کر منہ کے بل چلتا ہو اُس کے منزل مقصود تک پہنچنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ یہ مثال ایک موحد اور ایک مشرک کی ہوئی۔ محشر میں بھی دونوں کی چال میں ایسا ہی فرق ہوگا۔

ف۶ یعنی اللہ نے سُننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں، اور سمجھنے کے لئے دل دیئے تھے کہ اُس کا حق مان کر ان قوتوں کو ٹھیک مصرف میں لگاتے، اور اسکی طاعت و فرمانبرداری میں خرچ کرتے مگر ایسے شکر گذار بندے بہت کم ہیں۔ کافروں کو دیکھ لو کہ ان نعمتوں کا کیسا حق ادا کیا؟ اس کی دی ہوئی قوتیں اسی کے مقابلہ میں استعمال کیں۔

ف۷ یعنی ابتدا بھی اُس سے ہوئی انتہا بھی اسی پر ہوگی، جہاں سے آئے تھے وہیں جانا ہے۔ چاہیئے تھا کہ اُس سے ایک دم غافل نہ ہوتے اور ہمہ وقت اُسکی فکر رکھتے کہ مالک کے سامنے خالی ہاتھ نہ جائیں مگر ایسے بندے بہت تھوڑے ہیں۔

ف۸ یعنی اکٹھے کب کئے جائینگے؟ اور قیامت کب آئیگی اُسے جلدی بُلا لو۔

ف۹ یعنی وقت کی تعیین میں نہیں کر سکتا۔ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ البتہ جو چیز یقیناً آنیوالی ہے اس سے آگاہ کر دینا اور خوفناک مستقبل سے ڈرا دینا میرا فرض تھا۔ وہ میں ادا کر چکا۔

ف۱۰ یعنی اب تو جلدی مچا رہے ہیں لیکن جس وقت وہ وعدہ قریب آلگیگا، بڑے بڑے سرکشوں کے منہ بگڑ جائینگے اور چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں گی۔

ف۱۱ کفار تمنا کرتے تھے کہ کہیں جلد مر مرا کر ان کا قصہ ختم ہو جائے (العیاذ باللہ) اُس کا جواب دیا کہ فرض کرو تمہارے زعم کے موافق میں اور میرے ساتھی دنیا میں سب ہلاک کر دیئے جائیں یا ہمارے عقیدے کے موافق مجھ کو اور میرے رفقاء کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کامیاب و بامراد کرے۔ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی ہو، مگر تم کو اُس سے کیا فائدہ ہے۔ ہمارا انجام دنیا میں جو کچھ ہو، بہر حال آخرت میں بہتری ہے کہ اُس کے راستہ میں جد و جہد کر رہے ہیں لیکن تم اپنی فکر کرو کہ اس کفر و سرکشی پر جو دردناک عذاب آنا یقینی ہے، اس سے کون بچائیگا۔ ہمارا اندیشہ چھوڑ دو، اپنی فکر کرو، کیونکہ کافر کسی طرح بھی خدائی عذاب سے نہیں چھوٹ سکتا۔

ف۱ یعنی جب ہمارا ایمان اُس پر ہے تو ایمان کی بدولت نجات یقینی ہے اور جب ہم صحیح معنی میں اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں تو مقاصد میں کامیابی یقینی ہے "وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ، اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ" تم میں دونوں چیزیں نہیں، نہ ایمان، نہ توکل، پھر تم کیسے بے فکر ہو؟ ف۲ یعنی ہم جیسا کہ تمہارا گمان ہے یا تم جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے۔ ف۳ یعنی زندگی اور ہلاکت کے سب اسباب اُسی اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ ایک پانی ہی کو لے لو، جس سے ہر چیز کی زندگی ہے، اگر فرض کرو اچشموں اور کنوؤں کا پانی خشک ہو کر زمین کے اندر اُتر جائے جیسا کہ اکثر موسمِ گرما میں پیش آجاتا ہے تو کس کی قدرت ہے کہ موتی کی طرح صاف شفاف پانی اس قدر کثیر مقدار میں مہیا کر دے جو تمہاری زندگی اور بقاء کے لئے کافی ہو۔ لہٰذا ایک مؤمن متوکل کو اُسی خالق الکل مالک علی الاطلاق پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ یہیں سے یہ بھی سمجھ لو کہ جب ہدایت کے سب چشمے خشک ہو چکے، اُس وقت ہدایت و معرفت کا خشک نہ ہونے والا چشمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں جاری کر دینا بھی اُسی رحمان مطلق کا کام ہو سکتا ہے جس نے اپنے فضل و انعام سے تمام جانداروں کی ظاہری و باطنی زندگی کے سامان پیدا کئے ہیں اگر بفرضِ محال یہ چشمہ خشک ہو جائے، جیسا کہ اشقیاء کی تمنّا ہے، تو کون ہے جو مخلوق کے لئے ایسا پاک وصاف ستھرا پانی مہیا کر سکے۔ تمّ سورۃ الملک وللہ الحمد والمنّۃ۔ ف۴ مشرکین مکہ حضورؐ کو (العیاذ باللہ) دیوانہ کہتے تھے۔ کوئی کہتا کہ شیطان کا اثر ہے جو یک بیک تمام قوم سے الگ ہو کر ایسی باتیں کرنے لگے ہیں جن کو کوئی نہیں مان سکتا، حق تعالیٰ نے اس خیالِ باطل کی تردید اور آپ کی تسلی فرما دی۔ یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے فضل و انعام ہوں جن کو ہر آنکھ والا مشاہدہ کر رہا ہے۔ مثلاً اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور حکمت و دانائی کی باتیں۔ مخالف و موافق کے دل میں اس قدر قوی تاثیر، اور اتنے بلند اور پاکیزہ اخلاق کیا اُسے دیوانہ کہنا خود اپنی دیوانگی کی دلیل نہیں؟ دنیا میں بہت دیوانے ہوئے ہیں اور کتنے عظیم الشان مصلحین گذرے ہیں جن کو ابتداءً قوم نے دیوانہ کہکر پکارا ہے مگر قلم نے تاریخی معلومات کا جو ذخیرہ بطونِ اوراق میں جمع کیا ہے وہ ببانگِ دُہل شہادت دیتا ہے کہ واقعی دیوانوں، اور ان دیوانہ کہلانے والوں کے حالات میں کس قدر زمین و آسمان کا تفاوت ہے آج آپ کو (العیاذ باللہ) مجنون کے لقب سے یاد کرنا بالکل وہی رنگ رکھتا ہے جس رنگ میں دنیا کے تمام جلیل القدر اور اولوا العزم مصلحین کو ہر زمانہ کے شریروں اور بے عقلوں نے یاد کیا ہے لیکن جس طرح تاریخ نے اُن مصلحین کے اعلیٰ کارناموں پر بقاء و دوام کی مُہر ثبت کی، اور اُن مجنون کہنے والوں کا نام و نشان باقی نہ چھوڑا۔ قریب ہے کہ قلم اور اُسکے ذریعہ سے لکھی ہوئی تحریریں آپ کے ذکرِ خیر اور آپکے بیمثال کارناموں اور علوم و معارف کو ہمیشہ کے لئے روشن رکھینگی۔ اور آپ کو دیوانہ بتلانے والوں کا وجود صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ کر رہیگا۔ ایک وقت آئیگا جب ساری دنیا آپ کی حکمت و دانائی کی داد دیگی اور آپ کے کامل ترین انسان ہونے کو بطور ایک اجماعی عقیدہ کے تسلیم کریگی۔ بھلا خداوند قدوس جس کی فضیلت و برتری کو ازل الآزال میں اپنے قلم نُور سے لوحِ محفوظ کی تختی پر نقش کر چکا کسی کی طاقت ہے کہ محض مجنون و مفتون کی پھبتیاں کس کر اُس کے ایک شوشہ کو مٹا سکے؟ جو ایسا خیال رکھتا ہو پہلے درجہ کا مجنون یا جاہل ہے۔

اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾
ہم نے اُس کو مانا اور اُسی پر بھروسہ کیا ف۱ سو اب تم جان لوگے کون پڑا ہے صریح بہکائے میں ف۲
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾
تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر ہو جائے صبح کو پانی تمہارا خشک پھر کون ہے جو لائے تمہارے پاس پانی نتھرا ف۳

سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ
سورۂ قلم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باون آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ﴿۱﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲﴾ وَاِنَّ
قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیوانہ ف۴ اور
لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ﴿۳﴾ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾ فَسَتُبْصِرُ
تیرے واسطے بدلہ ہے بے انتہا ف۵ اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر ف۶ سو اب تو بھی دیکھ لیگا
وَيُبْصِرُوْنَ ﴿۵﴾ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ
اور وہ بھی دیکھ لینگے کہ کون ہے تم میں جو بچل رہا ہے ف۷ بیشک تیرا رب وہی خوب جانے اُس کو جو بہکا
عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۷﴾ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۸﴾ وَدُّوْا
اُس کی راہ سے اور وہی خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو ف۸ سو تو کہنا مت مان جھٹلانے والوں کا، وہ چاہتے ہیں
لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ
کسی طرح تو ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں ف۹ اور تو کہا مت مان کسی قسمیں کھانے والے بیقدر کا ف۱۰ طعنے دے
بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ
چغلی کھاتا پھرے، بھلے کام سے روکے حد سے بڑھے بڑا گنہگار اُجڈ ان سب کے پیچھے بدنام ف۱۱ اسواسطے کہ
ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾
رکھتا ہے مال اور بیٹے ف۱۲ جب سُنائے اُس کو ہماری باتیں کہے یہ نقلیں ہیں پہلوں کی ف۱۳

ف۵ یعنی آپ غمگین نہ ہوں۔ ان کے دیوانہ کہنے سے آپ کا اجر بڑھتا ہے اور غیر محدود فیضِ ہدایت بنی نوع انسان کو آپ کی ذات سے پہنچنے والا ہے اُس کا بے انتہا اجر و ثواب آپ کو یقیناً ملنے والا ہے کیا دیوانوں اور پاگلوں کا مستقبل ایسا پائدار اور شاندار کسی نے دیکھا ہے؟ یا کسی مجنون کی اسکیم اس طرح کامیاب ہوتے سُنی ہے؟ پھر جس کا رتبہ اللہ کے ہاں اتنا بڑا ہو اس کو چند احمقوں کے دیوانہ کہنے کی کیا پروا ہونی چاہئے۔

ف۶ یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و ملکات پر آپ کو پیدا فرمایا، کیا دیوانوں میں اُن اخلاق و ملکات کا تصوّر کیا جا سکتا ہے۔ ایک دیوانے کے اقوال و افعال میں قطعاً نظم و ترتیب نہیں ہوتی، نہ اُس کا کلام اُسکے کاموں پر منطبق ہوتا ہے برخلاف اسکے آپ کی زبان قرآن ہے اور آپ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر۔ قرآن جس نیکی، جس خوبی، اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے وہ آپ میں فطرۃً موجود، اور جس بدی و زشتی سے روکتا ہے آپ طبعاً اُس سے نفور و بیزار ہیں۔ پیدائشی طور پر آپ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حدِ تناسب و اعتدال سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہٹنے نہیں پاتی۔ آپ کا حُسنِ اخلاق اجازت نہ دیتا تھا کہ جاہلوں اور کمینوں کے طعن و تشنیع پر کان دھریں جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور مطمعِ نظر اتنا بلند ہو، بھلا وہ کسی مجنون کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کریگا۔ آپ تو اپنے دیوانہ کہنے والوں کی نیک خواہی اور دردمندی میں اپنے کو گھلائے ڈالتے تھے جس کی بدولت "فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ" کا خطاب سُننے کی نوبت آتی تھی۔ فی الحقیقت اخلاق کی عظمت کا سب سے زیادہ عمیق پہلو یہ ہے کہ آدمی دنیا کی ان حقیر ہستیوں سے معاملہ کرتے وقت خداوند قدوس کی عظیم ہستی سے غافل و ذاہل نہ ہو جب تک یہ چیز قلب میں موجود رہیگی تمام معاملات عدل و اخلاق کی میزان میں پورے اُترینگے۔ کیا خوب فرمایا شیخ جنید بغدادیؒ نے "سمی خلقہ عظیما اذ لم تکن لہ ہمۃ سوی اللہ تعالیٰ عاشر الخلق بخلقہ وذاھلھم بقلبہ فکان ظاھرہ مع الخلق وباطنہ مع الحق" وفی وصیۃ بعض الحکماء "علیك بالخلق مع الخلق وبالصدق مع الحق"۔ ف۷ یعنی دل میں تو پہلے سے سمجھتے ہیں، لیکن عنقریب فریقین کو آنکھوں سے نظر آجائیگا کہ دونوں میں سے کون ہشیار اور عاقبت اندیش تھا اور کس کی عقل ماری گئی تھی جس کی وجہ سے پاگلوں کی طرح بہکی بہکی باتیں کرتا تھا۔

بقیہ فوائد صفحہ ۷۴۸ - وٰ یعنی پوری طرح علم تو اللہ ہی کو ہے کہ کون لوگ راہ پر آنیوالے ہیں اور کون بھٹکنے والے لیکن نتائج جب سامنے آئینگے تو سب کو نظر آجائیگا کہ کون کامیابی کی منزل پر پہنچا اور کون شیطان کی رہزنی کی بدولت ناکام و نامراد رہا۔ وٰ یعنی راہ پر آنیوالے اور نہ آنیوالے سب اللہ کے علم محیط میں طے شدہ ہیں۔ لہٰذا دعوت و تبلیغ کے معاملہ میں کچھ رو و رعایت کی ضرورت نہیں۔ جس کو راہ پر آنا ہوگا آرہیگا اور جو محروم ازلی ہے وہ کسی لحاظ و مروّت سے ماننے والا نہیں۔ کفار مکہ حضرتؐ سے کہتے تھے کہ آپ بُت پرستی کی نسبت اپنا سخت رویہ ترک کردیں اور ہمارے معبودوں کی تردید نہ کریں، ہم بھی آپ کے خدا کی تعظیم کرینگے اور آپ کے طور و طریق اور مسلک و مشرب سے متعرض نہ ہونگے ممکن تھا کہ ایک مصلح اعظم کے دل میں جو "خلق عظیم" پر پیدا کیا گیا ہے۔ نیک نیتی سے یہ خیال آجائے کہ تھوڑی سی نرمی اختیار کرنے اور ڈھیل دینے سے کام بنتا ہے تو برائے چندے نرم روش اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ آپ ان مکذبین کا کہنا نہ مانیے۔ اِن کی غرض محض آپ کو ڈھیلا کرنا ہے۔ ایمان لانا اور صداقت کو قبول کرنا مقصود نہیں۔ آپ کی بعثت کی اصلی غرض اس صورت میں حاصل نہیں ہوتی۔ آپ تو ہر طرف سے قطع نظر کرکے اپنا فرض ادا کرتے رہیئے۔ کسی کو منوا دینے اور راہ پر لے آنے کے آپ ذمہ دار نہیں۔ (تنبیہ) "مداہنت" اور "مدارات" میں بہت باریک فرق ہے۔ اوّل الذکر مذموم ہے اور آخر الذکر محمود۔ فلا تغفل۔

وٰ یعنی جس کے دل میں خدا کے نام کی عظمت نہیں، جھوٹی قسم کھا لینا ایک معمولی بات سمجھتا ہے اور چونکہ لوگ اس کی باتوں پر اعتبار نہیں کرتے۔ اس لئے یقین دلانے کے لئے بار بار قسمیں کھا کر بے قدر اور ذلیل ہوتا ہے۔

وٰا یعنی ان خصلتوں کے ساتھ بدنام اور رسوائے عالم بھی ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کہ یہ سب کافر کے وصف ہیں آدمی اپنے اندر دیکھے اور یہ خصلتیں چھوڑے"۔ (تنبیہ) "زنیم" کے معنی بعض سلف کے نزدیک ولد الزنا اور حرام زادے کے ہیں۔ جس کافر کی نسبت یہ آیتیں نازل ہوئیں وہ ایسا ہی تھا۔

وٰ۱۲ یعنی ایک شخص اگر دنیا میں طالعمند اور خوش قسمت نظر آتا ہے، مثلاً مال و اولاد وغیرہ رکھتا ہے تو محض اتنی بات سے اس لائق نہیں ہو جاتا کہ اُس کی بات مانی جائے۔ اصل چیز انسان کے اخلاق و عادات ہیں۔ جس شخص میں شرافت اور خوش اخلاقی نہیں، اللہ والوں کا کام نہیں کہ اس کی ابلہ فریب باتوں کی طرف التفات کریں۔

وٰ۱۳ یعنی اللہ کی باتوں کو یہ کہہ کر جھٹلاتا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا - وٰ کہتے ہیں قریش کا ایک سردار ولید بن مغیرہ تھا اس میں یہ سب اوصاف مجتمع تھے اور ناک پر داغ دینے سے مراد اس کی رسوائی اور رُوسیاہی ہے شاید دنیا میں حسّی طور پر بھی کوئی داغ پڑا ہو۔ یا آخرت میں پڑیگا۔

وٰ۲ یعنی مال و اولاد کی کثرت کوئی مقبولیت کی علامت نہیں، نہ اللہ کے ہاں اس کی کچھ قدر و قیمت ہے لہٰذا کفار مکہ اس چیز پر مغرور نہ ہوں یہ تو اللہ کی طرف سے اُن کی آزمائش اور جانچ ہے جیسے پہلے بعض لوگوں کی جانچ کی گئی۔

وٰ۳ کئی بھائی جن کے باپ نے ترکہ میں میوے کا ایک باغ چھوڑا تھا، اُس میں کھیتی بھی ہوتی ہوگی۔ سارا گھر اُس کی پیداوار سے آسودہ تھا، باپ کے زمانہ میں عادت تھی کہ جس دن میوہ توڑا جاتا یا کھیتی کٹتی۔ تو شہر کے سب فقیر محتاج جمع ہو جاتے یہ سب کو تھوڑا بہت دیدیتا اسی سے برکت تھی، اس کے انتقال کے بعد بیٹوں کو خیال ہوا کہ فقیر جو اتنا مال لے جاتے ہیں، وہ اپنے ہی کام آئے تو خوب ہو۔ کیوں ہم ایسی تدبیر نہ کریں کہ فقیروں کو کچھ دینا نہ پڑے اور ساری پیداوار گھر میں آجائے۔ پھر آپس میں مشورہ کرکے یہ رائے قرار پائی کہ صبح سویرے ہی توڑ کر گھر لے آئیں۔ فقیر جائینگے تو وہاں کچھ نہ پائینگے۔ اور اپنی اس تدبیر پر ایسا یقین جمایا کہ "انشاءاللہ" بھی نہ کہا۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (١٦) اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ

اب داغ دینگے ہم اُسکو سونڈ پر وٰ۱ ہم نے اُن کو جانچا ہے جیسے جانچا تھا باغ والوں کو وٰ۲ جب

اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ (١٧) وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ (١٨) فَطَافَ عَلَيْهَا

اُن سب نے قسم کھائی کہ اُس کا میوہ توڑینگے صبح ہوتے اور انشاء اللہ نہ کہا وٰ۳ پھر پھیر اگر گیا اُس پر

طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ (١٩) فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ (٢٠) فَتَنَادَوْا

کوئی پھیرے والا تیرے رب کی طرف سے اور وہ سوتے ہی رہے پھر صبح تک ہو رہا جیسے ٹوٹ چکا وٰ۴ پھر آپسمیں

مُصْبِحِيْنَ (٢١) اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ (٢٢) فَانْطَلَقُوْا

بولے صبح ہوتے کہ سویرے چلو اپنے کھیت پر اگر تم کو توڑنا ہے پھر چلے

وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ (٢٣) اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ (٢٤) وَّغَدَوْا

اور آپسمیں کہتے تھے چپکے چپکے کہ اندر نہ آنے پائے اُس میں آج تمہارے پاس کوئی محتاج اور سویرے چلے

عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ (٢٥) فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ (٢٦) بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (٢٧)

لپکتے ہوئے زور کے ساتھ وٰ۵ پھر جب اُس کو دیکھا بولے ہم تو راہ بھول آئے، نہیں ہماری تو قسمت پھوٹ گئی وٰ۶

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ (٢٨) قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا

بولا بھلا اُن کا میں نے تم کو نہ کہا تھا کہ کیوں نہیں پاکی بولتے اللہ کی وٰ۷ بولے پاک ذات ہے ہمارے رب کی

كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (٢٩) فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ (٣٠) قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ

ہم ہی تقصیر وار تھے پھر منہ کر کر ایک دوسرے کی طرف لگے الاہنا دینے وٰ۸ بولے ہائے خرابی ہماری

اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ (٣١) عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا

ہم ہی تھے حد سے بڑھنے والے شاید ہمارا رب بدل دے ہم کو اس سے بہتر ہم اپنے رب سے

رٰغِبُوْنَ (٣٢) كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

آرزو رکھتے ہیں وٰ۹ یوں آتی ہے آفت اور آخرت کی آفت تو سب سے بڑی ہے اگر اُن کو

يَعْلَمُوْنَ (٣٣) ع اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (٣٤) اَفَنَجْعَلُ

سمجھ ہوتی وٰ۱۰ البتہ ڈرنیوالوں کو اُن کے رب کے پاس باغ ہیں نعمت کے وٰ۱۱ کیا ہم کردینگے

ع ۴ - وقف لازم

وٰ۴ یعنی رات کو بگولا اُٹھا آگ لگی یا اور کوئی آفت پڑی، سب کھیت اور باغ صاف ہو رہا۔ وٰ۵ یعنی یہ یقین کرتے ہوئے کہ اب جاکر سب پیداوار اپنے قبضہ میں کرلینگے۔ وٰ۶ وہ زمین کھیتی اور درختوں سے ایسی صاف ہو چکی تھی کہ وہاں پہنچکر پہچان نہ سکے سمجھے کہ ہم راہ بھول کر کہیں اور نکل آئے۔ پھر جب غور کیا تو سمجھے کہ نہیں، جگہ تو وہی ہے مگر ہماری قسمت پھوٹ گئی اور حق تعالیٰ کی درگاہ سے ہم محروم کئے گئے۔ وٰ۷ منجھلا بھائی اُن میں زیادہ ہشیار تھا۔ اُس نے مشورہ کے وقت متنبہ کیا ہوگا کہ اللہ کو مت بھولو۔ یہ سب اُسی کا انعام سمجھو اور فقیر محتاج کی خدمت سے دریغ نہ کرو۔ جب کسی نے اُس کی بات پر کان نہ دھرا، چپ ہو رہا اور اُن ہی کا شریک حال ہوگیا۔ اب یہ تباہی دیکھ کر اُس نے وہ پہلی بات یاد دلائی۔ وٰ۸ اب اپنی تقصیر کا اعتراف کرکے رب کی طرف رجوع ہوئے اور جیسا کہ عام مصیبت کے وقت قاعدہ ہے ایک دوسرے کو الزام دینے لگے، ہر ایک دوسرے کو اس مصیبت اور تباہی کا سبب گردانتا تھا۔ وٰ۹ آخر میں سب مل کر کہنے لگے کہ واقعی ہماری سب کی زیادتی تھی کہ ہم نے فقیروں محتاجوں کا حق مارنا چاہا اور حرص و طمع میں آکر اصل بھی کھو بیٹھے۔ یہ جو کچھ خرابی آئی اُس میں ہم ہی قصوروار ہیں مگر اب بھی ہم اپنے رب سے ناامید نہیں کیا عجب ہے وہ اپنی رحمت سے پہلے باغ سے بہتر باغ ہم کو عطا کردے۔ وٰ۱۰ یعنی یہ

(باقی صفحہ ۷۵۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۴۹ - تو دنیا کے عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جسے کوئی ٹال نہ سکا۔ بھلا آخرت کی اُس بڑی آفت کو تو کون ٹال سکتا ہے۔ سمجھ ہو تو آدمی یہ بات سمجھے۔
ولا یعنی دنیا کے باغ و بہار کو کیا لئے پھرتے ہو جنت کے باغ ان سے کہیں بہتر ہیں جن میں ہر قسم کی نعمتیں جمع ہیں۔ وہ خاص متقین کے لئے ہیں۔
فوائد صفحہ ہذا - ف کفار مکہ نے غرور و تکبر سے اپنے دل میں یہ ٹھہرا رکھا تھا کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں پر عنایت و بخشش ہوگی تو ہم پر اُن سے بہتر اور بڑھ کر ہوگی۔ اور جس طرح دنیا میں ہم کو اللہ نے عیش و رفاہیت میں رکھا ہے وہاں بھی یہی معاملہ رہیگا۔ اس کو فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اگر ایسا ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ ایک وفادار غلام جو ہمیشہ اپنے آقا کی حکمبرداری کے لئے تیار رہتا ہے، اور ایک جرائم پیشہ باغی دونوں کا انجام یکساں ہو جائے، بلکہ مجرم اور باغی، وفاداروں سے اچھے رہیں یہ وہ بات ہے جس کو عقل سلیم اور فطرت صحیحہ رد کرتی ہے۔
و۲ یعنی یہ بات کہ مسلم اور مجرم دونوں برابر کر دیئے جائیں ظاہر ہے عقل و فطرت کے خلاف ہے۔ پھر کیا کوئی نقلی دلیل اس کی تائید میں تمہارے پاس ہے؟ کیا کسی معتبر کتاب میں یہ مضمون پڑھتے ہو کہ جو تم اپنے لئے پسند کر لوگے وہ ہی ملیگا؟ اور تمہاری من مانی خواہشات پوری کی جائینگی۔ یا اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے کوئی قسم کھالی ہے کہ تم جو کچھ اپنے دل سے ٹھہرالوگے وہ ہی دیا جائیگا؟ اور جس طرح آج عیش و رفاہیت میں ہو۔ قیامت تک اسی حال میں رکھے جاؤ گے؟ جو شخص ان میں سے ایسا دعویٰ کرے اور اُس کے ثابت کرنے کی ذمہ داری اپنے اُوپر لے، لاؤ، اُسے سامنے کرو۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ وہ کہاں سے کہتا ہے۔

الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ لَكُمْ
حکم برداروں کو برابر گنہ گاروں کے کیا ہو گیا تم کو کیسے ٹھہراتے ہو بات و۱ کیا تمہارے پاس

كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَكُمْ
کوئی کتاب ہے جس میں پڑھ لیتے ہو اُس میں ملتا ہے تم کو جو تم پسند کر لو کیا تم نے ہم سے

أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾
قسمیں لے لی ہیں ٹھیک پہنچنے والی قیامت کے دن تک کہ تم کو ملیگا جو کچھ تم ٹھہراؤ گے

۱۵ ع سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ
پوچھ اُن سے کونسا اُن میں اس کا ذمہ لیتا ہے و۲ کیا اُنکے واسطے کوئی شریک ہیں پھر تو چاہیئے لے آئیں اپنے شریکوں کو

إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى
اگر وہ سچے ہیں و۳ جس دن کہ کھولی جائے پنڈلی اور وہ بلائے جائیں

السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ
سجدہ کرنے کو، پھر نہ کر سکیں و۴ جھکی پڑتی ہونگی اُن کی آنکھیں و۵ چڑھی آتی ہوگی اُن پر ذلت

وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِي وَ
اور پہلے اُن کو بلاتے رہے سجدہ کرنے کو اور وہ تھے اچھے خاصے و۶ اب چھوڑ دے مجھ کو اور

مَن يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٤﴾
اُن کو جو کہ جھٹلائیں اس بات کو اب ہم سیڑھی سیڑھی اتارینگے اُن کو جہاں سے اُنکو پتہ بھی نہیں و۷

وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن
اور اُن کو ڈھیل دیئے جاتا ہوں بیشک میرا داؤ پکا ہے و۸ کیا تو مانگتا ہے اُن سے کچھ حق سو اُن پر تاوان

مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٦﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ
کا بوجھ پڑ رہا ہے کیا اُن کے پاس خبر ہے غیب کی، سو وہ لکھ لاتے ہیں و۹ اب تو استقلال سے

لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ وقف لازم
راہ دیکھتا رہ اپنے رب کے حکم کی اور مت ہو جیسا وہ مچھلی والا و۱۰ جب پکارا اُس نے اور وہ غصہ میں بھرا تھا و۱۱

و۳ یعنی اگر عقلی و نقلی دلیل کوئی نہیں، محض جھوٹے دیوتاؤں کے بل بوتے پر یہ دعوے کئے جارہے ہیں کہ وہ ہم کو یوں کر دینگے اور یوں مرتبے دلا دینگے، کیونکہ وہ خود خدائی کے شریک اور حصہ دار ہیں تو اس دعوے میں ان کا سچا ہونا اُسی وقت ثابت ہوگا جب وہ ان شرکاء کو خدا کے مقابلہ پر بلا لائیں اور اپنی من مانی کارروائی کرا دیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ معبود عابدوں سے زیادہ عاجز اور بے بس ہیں۔ وہ تمہاری کیا مدد کرینگے، خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔
و۴ اس کا قصہ حدیث شیخین میں مرفوعاً اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ میدانِ قیامت میں اپنی ساق ظاہر فرمائیگا "ساق" (پنڈلی) کو کہتے ہیں اور یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے صفات و حقائق الٰہیہ میں سے جس کو کسی خاص مناسبت سے "ساق" فرمایا۔ جیسے قرآن میں "ید" (ہاتھ) "وجہ" (چہرہ) کا لفظ آیا ہے۔ یہ مفہومات متشابہات میں سے کہلاتے ہیں۔ اُن پر اُسی طرح بلا کیف ایمان رکھنا چاہیئے جیسے اللہ کی ذات، وجود، حیات اور سمع و بصر وغیرہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی حدیث میں ہے کہ اس تجلی کو دیکھ کر تمام مؤمنین و مؤمنات سجدہ میں گر پڑینگے۔ مگر جو شخص ریاء سے سجدہ کرتا تھا، اُس کی کمر نہیں مُڑیگی۔ تختہ سی ہو کر رہ جائیگی، اور جب اہلِ ریاء و نفاق سجدہ پر قادر نہ ہونگے تو کفار کا اُس پر قادر نہ ہونا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔ یہ سب کچھ محشر میں اس لئے کیا جائیگا کہ مومن و کافر اور مخلص و منافق صاف طور پر کھل جائیں اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی طور پر مشاہد ہو جائے (تنبیہ) "متشابہات" پر پہلے کلام کیا جا چکا ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آیت "کشف ساق" کی تفسیر میں نہایت عالی اور عجیب تبصرہ متشابہات پر کیا ہے۔ فلیراجع۔
و۵ یعنی ندامت اور شرمندگی کے مارے آنکھ اُوپر نہ اُٹھ سکیگی۔
و۶ یعنی دنیا میں سجدہ کا حکم دیا گیا تھا جس وقت اچھے خاصے تندرست تھے اور باختیار خود سجدہ کر سکتے تھے وہاں کبھی اخلاص سے سجدہ نہ کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ استعداد ہی باطل ہو گئی اب چاہیں بھی تو سجدہ نہیں کر سکتے۔
و۷ یعنی اُن کو عذاب ہونا تو یقینی ہے لیکن چندے عذاب کے توقف سے رنج نہ کیجئے اور ان کا معاملہ میرے اُوپر چھوڑ دیجئے۔ میں خود اُن سے نبٹ لونگا اور اس طرح بتدریج آہستہ آہستہ دوزخ کی طرف لے جاؤنگا کہ اُنکو پتہ بھی نہیں چلیگا۔ یہ اپنی حالت پر مگن رہینگے اور اندر ہی اندر شکھ کی جڑیں کٹتی چلی جائینگی۔ و۸ یعنی میری لطیف اور خفیہ تدبیر ایسی پکی ہے، جس کو یہ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے بھلا اُس کا توڑ تو کیا کر سکتے ہیں۔ و۹ یعنی افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ یہ لوگ اس طرح تباہی کی طرف چلے جارہے ہیں لیکن آپ کی بات نہیں مانتے۔ آخر نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ کیا آپ اُن سے کچھ معاوضہ (تنخواہ یا کمیشن وغیرہ) طلب کرتے ہیں؟ جس کے بوجھ میں وہ دبے جارہے ہیں۔ یا خود اُنکے پاس غیب کی خبریں اور اللہ کی وحی آتی ہے؟ جسے وہ حفاظت کے لئے قرآن کی طرح لکھ لیتے ہیں۔ اس لئے آپ کے اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ آخر کچھ سبب تو ہونا چاہیئے۔ جب اُن پر کچھ بار بھی ڈالا نہیں جاتا اور اس چیز سے استغنا بھی نہیں تو نہ ماننے کا سبب بجز عناد اور ہٹ دھرمی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ و۱۰ یعنی مچھلی کے پیٹ میں جانیوالے پیغمبر (حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرح مکذبین کے معاملہ میں تنگدلی اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کیجئے۔ انکا قصہ پہلے کئی جگہ تھوڑا تھوڑا گذر چکا ہے۔ و۱۱ یعنی قوم کی طرف سے غصہ میں بھرے ہوئے تھے جھنجھلا کر شتابی عذاب کی دعا بلکہ پیشین گوئی کر بیٹھے (تنبیہ) "مکظوم" کے معنی بعض مفسرین نے یہ کئے ہیں کہ وہ غم سے گھٹ رہے تھے اور یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا۔ ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا، ایک عذاب کے ٹل جانے کا، ایک بلا اذن صریح شہر چھوڑ کر چلے آنے کا، ایک مچھلی کے پیٹ میں محبوس رہنے کا۔ اُس وقت اللہ کو پکارا اور یہ دعا کی "لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ"۔ اُس پر اللہ کا فضل ہوا اور مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی

ف۱ یعنی اگر قبول توبہ کے بعد اللہ کا مزید فضل و احسان دستگیری نہ کرتا تو اسی چٹیل میدان میں جہاں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے گئے تھے الزام کھائے ہوئے پڑے رہتے اور وہ کمالات و کرامات باقی نہ رہنے دیئے جاتے جو محض خدا کی مہربانی سے اُس ابتلاء کے وقت بھی باقی رہے۔

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾

اگر نہ سنبھالتا اُس کو احسان تیرے رب کا تو پھینکا گیا ہی تھا چٹیل میدان میں الزام کھا کر ف۱

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ

پھر نوازا اُس کو اُس کے رب نے پھر کر دیا اُس کو نیکوں میں ف۲ اور منکر تو لگ ہی رہے

كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ

ہیں کہ پھسلا دیں تجھ کو اپنی نگاہوں سے جب سنتے ہیں قرآن اور کہتے ہیں وہ تو

لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾

باؤلا ہے ف۳ اور یہ قرآن تو یہی نصیحت ہے سارے جہان والوں کو ف۴

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّیَّةٌ وَهِیَ ثِنْتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰیَةً وَّفِیْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۂ حاقّہ مکہ میں نازل ہوئی اور اُسکی باون آیتیں ہیں اور دو رکوع — شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ

وہ ثابت ہو چکنے والی، کیا ہے وہ ثابت ہو چکنے والی ف۵ اور تو نے کیا سوچا کیا ہے وہ ثابت ہو چکنے والی ف۶ جھٹلایا ثمود

وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِیَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ

اور عاد نے اُس کوٹ ڈالنے والی کو ف۷ سو وہ جو ثمود تھے سو غارت کر دیئے گئے اُچھال کر ف۸ اور وہ جو عاد تھے

فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ

سو برباد ہوئے ٹھنڈی سناٹے کی ہوا سے نکلی جائے ہاتھوں سے ف۹ مقرر کر دیا اُس کو اُن پر سات رات اور

ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ

آٹھ دن تک لگاتار پھر تو دیکھے کہ وہ لوگ اُس میں پچھڑ گئے گویا وہ ڈھنڈ ہیں کھجور کے

خَاوِیَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِیَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ

کھوکھلے ف۱۰ پھر تو دیکھتا ہے کوئی اُن میں کا بچا ف۱۱ اور آیا فرعون اور جو اس سے پہلے تھے

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً

اور اُلٹ جانیوالی بستیاں خطائیں کرتے ہوئے پھر حکم نہ مانا اپنے رب کے رسول کا پھر پکڑا اُن کو پکڑنا

ف۲ یعنی پھر اُن کا اور زیادہ رتبہ بڑھایا۔ اور اعلیٰ درجہ کے نیک شائستہ لوگوں میں داخل رکھا۔ حدیث میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ کہے کہ میں یُونس بن متی سے بہتر ہوں۔

ف۳ یعنی قرآن سُن کر غیظ و غضب میں بھر جاتے ہیں اور اس قدر تیز نظروں سے تیری طرف گھورتے ہیں جانے تجھ کو اپنی جگہ سے ہٹا دینگے۔ زبان سے بھی آوازے کستے ہیں کہ یہ شخص تو مجنون ہو گیا ہے۔ اس کی کوئی بات قابلِ التفات نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ اس طرح آپ کو گھبرا کر مقام صبر و استقلال سے ڈگمگا دیں۔ مگر آپ برابر اپنے مسلک پر جمے رہیئے۔ اور تنگدل ہو کر کسی معاملہ میں گھبراہٹ یا جلدی یا مداہنت اختیار نہ کیجیئے۔ (تنبیہ) بعض نے "لیزلقونك بابصارهم" سے یہ مطلب لیا ہے کہ کفار نے بعض لوگوں کو جو نظر لگانے میں مشہور تھے اس پر آمادہ کیا تھا کہ وہ آپ کو نظر لگائیں۔ چنانچہ جس وقت حضورؐ قرآن تلاوت فرما رہے تھے، ان میں سے ایک آیا اور پوری ہمت سے نظر لگانے کی کوشش کی۔ آپ نے "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" پڑھا اور وہ ناکام و نامراد واپس چلا گیا۔ باقی نظر لگنے یا لگانے کے مسئلہ پر بحث کرنے کا یہ موقع نہیں۔ اور آج کل جبکہ "مسمریزم" ایک باقاعدہ فن بن چکا ہے، اس میں مزید رد و کد کرنا بیکار سا معلوم ہوتا ہے۔

ف۴ یعنی قرآن میں جنون اور باؤلے پن کی بات کونسی ہے جس کو تم جنون کہہ رہے ہو وہ تو تمام عالم کے لئے اعلیٰ ترین پند و نصیحت کا ذخیرہ ہے۔ اسی سے بنی نوع انسان کی اصلاح اور دنیا کی کایا پلٹ ہوگی۔ اور وہ ہی لوگ دیوانے قرار پائینگے جو اس کلام کے دیوانے نہیں ہیں۔

تم سورۃ القلم۔ وللہ الحمد والمنۃ

ف۵ یعنی وہ قیامت کی گھڑی جس کا آنا ازل سے علم الٰہی میں ثابت اور مقرر ہو چکا ہے۔ جبکہ حق باطل سے بالکل واشگاف طور پر بدون کسی طرح کے اشتباہ و التباس کے جُدا ہو جائیگا اور تمام حقائق اپنے پورے کمال و سبوغ کے ساتھ نمایاں ہونگی۔ اور اس کے وجود میں جھگڑا کرنے والے سب اُس وقت مغلوب و مقہور ہو کر رہینگے۔ جانتے ہو وہ گھڑی کیا چیز ہے؟ اور کس قسم کے احوال و کیفیات اپنے اندر رکھتی ہے۔

ف۶ یعنی کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی کتنا ہی سوچے اور فکر کرے اُس دن کے زہرہ گداز اور ہولناک مناظر کو پوری طرح ادراک نہیں کر سکتا ہاں تقریب الی الفہم کے لئے بطور تمثیل و تنظیر چند واقعات آگے بیان کئے جاتے ہیں جو دنیا میں اس قیامت کبریٰ کا نشان دینے میں بالکل ہی حقیر اور ناتمام نمونہ کا کام دے سکتے ہیں۔ گویا ان چھوٹے "حاقوں" کا ذکر اُس بڑے "حاقہ" کے بیان کے لئے توطیہ و تمہید ہے۔

ف۷ یعنی قوم ثمود و عاد نے اُس آنیوالی گھڑی کو جھٹلایا تھا جو تمام زمین، آسمان، چاند سورج، پہاڑوں اور انسانوں کو کوٹ کر رکھ دیگی۔ اور سخت سے سخت مخلوق کو ریزہ ریزہ کر ڈالیگی۔ پھر دیکھ لو! دونوں کا انجام کیا ہوا۔

ف۸ یعنی سخت بھونچال سے۔ جو ایک نہایت ہی سخت آواز کے ساتھ آیا، سب تہ و بالا کر دیئے گئے۔

ف۹ یعنی وہ ہوا اس قدر تیز و تند تھی جس پر کسی مخلوق کا قابو نہ چلتا تھا حتی کہ فرشتے جو ہوا کے انتظام پر مسلط ہیں انکے ہاتھوں سے نکلی جاتی تھی۔

ف۱۰ یعنی جو قوم لنگوٹ کس کر اکھاڑے میں یہ کہتی ہوئی اُتری تھی "مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً" (ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے) وہ ہماری ہوا کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اور ایسے گرانڈیل پہلوان ہوا کے تھپیڑوں سے اس طرح پچھاڑ کھا کر گرے گویا کھجور کے کھوکھلے اور بیجان تنے ہیں جن کا سر اوپر سے کٹ گیا ہو۔

ف۱۱ یعنی ان قوموں کا بیج بھی باقی رہا؟ اس طرح صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دی گئیں۔

رَّابِيَةً ﴿١٠﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ
سخت ف۱ ہم نے جس وقت پانی اُبلا لاد لیا تم کو چلتی کشتی میں تاکہ رکھیں اُس کو تمہاری

تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾
یادگاری کے واسطے، اور سینت کر رکھے اُس کو کان سینت کر رکھنے والا ف۲ پھر جب پھونکا جائے صور میں ایک بار پھونکنا

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ
اور اٹھائی جائے زمین اور پہاڑ پھر کوٹ دیئے جائیں ایک بار پھر اُس دن

وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾
ہو پڑے وہ ہو پڑنے والی ف۳ اور پھٹ جائے آسمان پھر وہ اُس دن بکھر رہا ہے

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ
اور فرشتے ہونگے اُس کے کناروں پر ف۴ اور اٹھائینگے تخت تیرے رب کا اپنے اوپر اُس دن

ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَاَمَّا مَنْ
آٹھ شخص ف۵ اُس دن سامنے کئے جاؤ گے چھپی نہ رہیگی تمہاری کوئی چھپی بات ف۶ سو جس کو

اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ اِنِّىْ ظَنَنْتُ
ملا اُس کا لکھا داہنے ہاتھ میں وہ کہتا ہے لیجیو پڑھیو میرا لکھا ف۷ میں نے خیال رکھا

اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾
اس بات کا کہ مجھ کو ملیگا میرا حساب ف۸ سو وہ ہیں من مانتے گذران میں اُونچے باغ میں

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ
جس کے میوے جھکے پڑے ہیں ف۹ کھاؤ اور پیو رچ کر بدلہ اُس کا جو آگے بھیج چکے ہو تم پہلے دنوں

الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ
میں ف۱۰ اور جس کو ملا اُس کا لکھا بائیں ہاتھ میں وہ کہتا ہے کیا اچھا ہوتا جو

اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾
مجھ کو نہ ملتا میرا لکھا اور مجھ کو خبر نہ ہوتی کہ کیا ہے حساب میرا کسی طرح وہی موت ختم کر جاتی

ف۱ یعنی "عاد" و "ثمود" کے بعد فرعون بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہوا آیا اور اُس سے پہلے اور کئی قومیں گناہ سمیٹتی ہوئی آئیں (مثلاً قومِ نوح، قومِ شعیب، اور قومِ لوط جن کی بستیاں اُلٹ دی گئی تھیں) ان سبھوں نے اپنے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی، اور خدا سے مقابلے باندھے۔ آخر سب کو خدا نے بڑی سخت پکڑ سے پکڑا، اُس کے آگے کسی کی کچھ بھی پیش نہ چلی۔

ف۲ یعنی نوح کے زمانہ میں جب پانی کا طوفان آیا تو بظاہر اسباب تم انسانوں میں سے کوئی بھی نہ بچ سکتا تھا یہ ہماری قدرت و حکمت اور انعام و احسان تھا کہ سب منکروں کو غرق کر کے نوحؑ کو مع اُسکے ساتھیوں کے بچالیا۔ بھلا ایسے عظیم الشان طوفان میں ایک کشتی کے سلامت رہنے کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ لیکن ہم نے اپنی قدرت و حکمت کا کرشمہ دکھلایا۔ تا لوگ رہتی دنیا تک اس واقعہ کو یاد رکھیں اور جو کان کوئی معقول بات سُن کر سمجھتے اور محفوظ رکھتے ہیں وہ کبھی نہ بھولیں کہ اللہ کا ہم پر ایک زمانہ میں یہ احسان ہوا ہے اور سمجھیں کہ جس طرح دنیا کے ہنگامہ دار و گیر میں فرمانبرداروں کو نافرمان مجرموں سے علیحدہ رکھا جاتا ہے، یہ ہی حال قیامت کے ہولناک حاقہ میں ہوگا۔ آگے اُسی کی طرف کلام منتقل کرتے ہیں۔

ف۳ یعنی صُور پھنکنے کے ساتھ زمین اور پہاڑ اپنے حیز کو چھوڑ دینگے اور سب کو کوٹ پیٹ کر ایک دم ریزہ ریزہ کر دیا جائیگا۔ بس وہ ہی وقت ہے قیامت کے ہو پڑنے کا۔

ف۴ یعنی آج جو آسمان اس قدر مضبوط و محکم ہے کہ لاکھوں سال گذرنے پر بھی کہیں ذرا سا شگاف نہیں پڑا اُس روز پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا۔ اور جس وقت درمیان سے پھٹنا شروع ہو گا تو فرشتے اس کے کناروں پر چلے جائینگے۔

ف۵ اب عرش عظیم کو چار فرشتے اُٹھا رہے ہیں جن کی بزرگی و کلانی کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اُس دن اُن چار کے ساتھ چار اور لگیں گے۔ تفسیر عزیزی میں اس عدد کی حکمتوں اور اُن فرشتوں کے حقائق پر بہت دقیق و بسیط بحث کی ہے۔ جس کو شوق ہو وہاں دیکھ لے۔

ف۶ یعنی اس دن اللہ کی عدالت میں حاضر کئے جاؤ گے اور کسی کی کوئی نیکی یا بدی مخفی نہ رہیگی۔ سب منظرِ عام پر آجائینگی۔

ف۷ یعنی اس دن جس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا جو ناجی مقبول ہونے کی علامت ہے وہ خوشی کے مارے ہر کسی کو دکھاتا پھرتا ہے کہ لو آؤ! یہ میرا اعمالنامہ پڑھو۔

ف۸ یعنی میں نے دنیا میں خیال رکھا تھا کہ ایکدن ضرور میرا حساب کتاب ہونا ہے اس خیال سے میں ڈرتا رہا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا آج اس کا دل خوش کُن نتیجہ دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے فضل سے میرا حساب بالکل صاف ہے۔

ف۹ جو کھڑے بیٹھے، لیٹے، ہر حالت میں نہایت سہولت سے چُنے جا سکتے ہیں۔

ف۱۰ یعنی دنیا میں تم نے اللہ کے واسطے اپنے نفس کی خواہشوں کو روکا تھا اور بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیفیں اٹھائی تھیں، آج کوئی روک ٹوک نہیں، خوب رچ رچ کر کھاؤ پیو، نہ طبیعت منغض ہوگی نہ بدہضمی نہ بیماری نہ زوال کا کھٹکا۔

ف۱ یعنی پیٹھ کی طرف سے بائیں ہاتھ میں جس کا اعمال نامہ دیا جائیگا، سمجھ لیگا کہ کمبختی آئی، اس وقت نہایت حسرت سے تمنا کریگا کہ کاش میرے ہاتھ میں اعمال نامہ نہ دیا جاتا اور مجھے کچھ خبر نہ ہوتی کہ حساب کتاب کیا چیز ہے کاش موت میرا قصہ ہمیشہ کے لئے تمام کردیتی۔ مرنے کے بعد پھر اُٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ یا اُٹھا تھا تو اب موت آکر میرا لقمہ کرلیتی۔ افسوس وہ مال و دولت اور جاہ و حکومت کچھ کام نہ آئی۔ آج ان میں سے کسی چیز کا پتہ نہیں۔ نہ میری کوئی حجت اور دلیل چلتی ہے نہ معذرت کی گنجائش ہے۔ ف۲ فرشتوں کو حکم ہوگا اسے پکڑو، طوق گلے میں ڈالو، پھر دوزخ کی آگ میں غوطہ دو اور اُس زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اس کو جکڑ دو، تا جلنے کی حالت میں ذرا بھی حرکت نہ کرسکے، کہ ادھر اُدھر حرکت کرنے سے بھی جلنے والا قدرے تخفیف محسوس کیا کرتا ہے (تنبیہ) گز سے وہاں کا گز مراد ہے جس کی مقدار اللہ ہی جانے۔ ف۳ یعنی اس نے دنیا میں رہ کر نہ اللہ کو جانا نہ بندوں کے حقوق پہچانے فقیر محتاج کی خود تو کیا خدمت کرتا دوسروں کو بھی ادھر ترغیب نہ دی۔ پھر جب اللہ پر جس طرح چاہیئے ایمان نہ لایا تو نجات کہاں؟ اور جب کوئی بھلائی کا چھوٹا بڑا کام بن نہ پڑا تو عذاب میں تخفیف کی بھی کوئی صورت نہیں۔ ف۴ یعنی جب اللہ کو دوست نہ بنایا تو آج اس کا دوست کون بن سکتا ہے جو حمایت کرکے عذاب سے بچادے یا مصیبت کے وقت کچھ تسلی کی بات کرے۔

مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ۲۸ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۲۹ خُذُوْهُ
کچھ کام نہ آیا مجھ کو میرا مال برباد ہوئی مجھ سے حکومت میری ف۱ اُس کو پکڑو
فَغُلُّوْهُ ۳۰ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۳۱ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ
پھر طوق ڈالو پھر آگ کے ڈھیر میں اُسکو ڈالو پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز
ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۳۲ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۳۳ وَلَا یَحُضُّ
ہے اُس کو جکڑ دو ف۲ وہ تھا کہ یقین نہ لاتا تھا اللہ پر جو سب سے بڑا اور تاکید نہ کرتا تھا
عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۳۴ فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ۳۵ وَّلَا طَعَامٌ
فقیر کے کھانے پر ف۳ سو کوئی نہیں آج اُس کا یہاں دوستدار ف۴ اور نہ کچھ ملے کھانا
اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۳۶ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخٰطِئُوْنَ ۳۷ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا
مگر زخموں کا دھوون کوئی نہ کھائے اُس کو مگر وہی گنہگار ف۵ سو قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی جو
تُبْصِرُوْنَ ۳۸ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۳۹ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۴۰ وَّمَا
دیکھتے ہو اور جو چیزیں کہ تم نہیں دیکھتے یہ کہا ہے ایک پیغام لانیوالے سردار کا ف۶ اور نہیں
هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۴۱ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِیْلًا
ہے یہ کہا کسی شاعر کا تم تھوڑا یقین کرتے ہو ف۷ اور نہیں ہے کہا پریوں والے کا تم بہت کم
مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۴۲ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۴۳ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا
دھیان کرتے ہو ف۸ یہ اُتارا ہوا ہے جہان کے رب کا ف۹ اور اگر یہ بنا لاتا ہم پر
بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۴۴ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ۴۵ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ
کوئی بات تو ہم پکڑ لیتے اُس کا داہنا ہاتھ پھر کاٹ ڈالتے اُس کی
الْوَتِیْنَ ۴۶ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ۴۷ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ
گردن پھر تم میں کوئی ایسا نہیں جو اُس سے بچالے ف۱۰ اور یہ نصیحت ہے
لِّلْمُتَّقِیْنَ ۴۸ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِیْنَ ۴۹ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى
ڈرنے والوں کو اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے جھٹلاتے ہیں اور وہ جو ہے پچھتاوا ہے

ع ۴۷ ۱ ۵

ف۵ کھانے سے بھی انسان کو قوت پہنچتی ہے مگر دوزخیوں کو کوئی ایسا مرغوب کھانا نہ ملیگا جو راحت و قوت کا سبب ہو۔ ہاں دوزخیوں کے زخموں کی پیپ دیجائیگی جسے اُن گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا اور وہ بھی بھوک پیاس کی شدت میں غلطی سے یہ سمجھ کر کھائینگے کہ اس سے کچھ کام چلیگا۔ بعد کو ظاہر ہوگا کہ اس کا کھانا بھوک کے عذاب سے بڑا عذاب ہے (اعاذنا اللہ من سائر انواع العذاب فی الدنیا والاٰخرۃ)

ف۶ یعنی جو کچھ جنت و دوزخ وغیرہ کا بیان ہوا، یہ کوئی شاعری نہیں نہ کاہنوں کی اٹکل پچو باتیں ہیں، بلکہ یہ قرآن ہے اللہ کا کلام جس کو آسمان سے ایک بزرگ فرشتہ لیکر ایک بزرگترین پیغمبر پر اُترا، جو آسمان سے لایا وہ، اور جس نے زمین والوں کو پہنچایا، دونوں رسول کریم ہیں ایک کا کریم ہونا تو تم آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اور دوسرے کی کرامت و بزرگی پہلے کریم کے بیان سے ثابت ہے۔ (تنبیہ) عالم میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک جن کو آدمی آنکھوں سے دیکھتا ہے دوسری جو آنکھوں سے نظر نہیں آتی، عقل وغیرہ کے ذریعہ سے اُنکے تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ مثلاً ہم کتنا ہی آنکھیں پھاڑ کر زمین کو دیکھیں، وہ چلتی ہوئی نظر نہ آئیگی لیکن حکماء کے دلائل و براہین سے عاجز ہوکر ہم اپنی آنکھ کو غلطی پر سمجھتے ہیں اور اپنی عقل کے یا دوسرے عقلاء کی عقل کے ذریعہ سے حواس کی ان غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کر لیتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی عقل بھی غلطیوں اور کوتاہیوں سے محفوظ نہیں۔ آخر اس کی غلطیوں کی اصلاح اور کوتاہیوں کی تلافی کس سے ہو بس تمام عالم میں ایک وحی الٰہی کی قوت ہے جو خود غلطی سے محفوظ و معصوم رہتے ہوئے تمام عقلی قوتوں کی اصلاح و تکمیل کر سکتی ہے جس طرح حواس جہاں پہنچکر عاجز ہوتے ہیں وہاں عقل کام دیتی ہے، ایسے ہی جس میدان میں عقل مجرد کام نہیں دیتی یا ٹھوکریں کھاتی ہے اُس جگہ وحی الٰہی اس کی دستگیری کرکے اُن بلند حقائق سے روشناس کرتی ہے۔ شاید اسی لئے یہاں "بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ" کی قسم کھائی۔ یعنی جو حقائق جنت و دوزخ وغیرہ کی پہلی آیات میں بیان ہوئی ہیں، اگر دائرہ محسوسات سے بلند تر ہونے کی وجہ سے تمہاری سمجھ میں نہ آئیں تو اشیاء میں مبصرات و غیر مبصرات یا بالفاظ دیگر محسوسات و غیر محسوسات کی تقسیم سے سمجھ لو کہ یہ رسول کریم کا کلام ہے جو بذریعہ وحی الٰہی دائرہ حس و عقل سے بالاتر حقایق کی خبر دیتا ہے۔ جب ہم بہت سی غیر محسوس بلکہ مخالف حس چیزوں کو اپنی عقل یا دوسروں کی تقلید سے مان لیتے ہیں تو بعض بہت اونچی چیزوں کو رسول کریم کے کہنے سے ماننے میں کیا اشکال ہے۔

ف۷ یعنی قرآن کے کلام اللہ ہونے کی نسبت کبھی کبھی یقین کی کچھ جھلک تمہارے دلوں میں آتی ہے، مگر بہت کم جو نجات کے لئے کافی نہیں۔ آخر اُس کو شاعری وغیرہ کہہ کر اُڑا دیتے ہو۔ کیا واقعی انصاف سے کہہ سکتے ہو کہ یہ کسی شاعر کا کلام ہو سکتا ہے اور شعر کی قسم سے ہے۔ شعر میں وزن و بحر وغیرہ ہونا لازم ہے۔ قرآن میں اُس کا پتہ نہیں۔ شاعروں کا کلام اکثر بے اصل ہوتا ہے اور اُس کے اکثر مضامین محض وہمی اور خیالی ہوتے ہیں، حالانکہ قرآن کریم میں تمامتر حقائق ثابتہ اور اصول محکمہ کو قطعی دلیلوں اور یقینی حجتوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ف۸ یعنی پوری طرح دھیان کرو تو معلوم ہوجائے کہ یہ کسی کاہن کا کلام بھی نہیں۔ کاہن عرب میں وہ لوگ تھے جو بھوت پریت، جنوں اور چڑیلوں سے تعلق یا مناسبت رکھتے تھے۔ وہ ان کو غیب کی بعض جزئی باتیں ایک مقفی و مسجع کلام کے ذریعہ سے بتلاتے تھے لیکن جنوں کا کلام معجز نہیں ہوتا کہ ویسا دوسرا نہ کرسکے، بلکہ ایک جن کسی کاہن کو جو ایک بات سکھلاتا ہے دوسرا جن بھی ویسی بات دوسرے کاہن کو سکھلا سکتا ہے اور یہ کلام یعنی قرآن کریم ایسا معجز ہے کہ سب جن و انس مل کر بھی اُسکے مشابہ کلام نہیں بنا سکتے۔ دوسرے کاہنوں کے کلام میں محض قافیہ اور سجع کی رعایت کے لئے بہت الفاظ بھرتی کے بالکل بیکار اور بیفائدہ ہوتے ہیں، اور اس کلام معجز نظام میں ایک حرف یا ایک شوشہ بھی بیکار و بیفائدہ نہیں۔ پھر کاہنوں کی باتیں چند مبہم جزئی اور معمولی خبروں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ لیکن علوم و حقایق پر مطلع ہونا اور ادیان و شرائع کے اصول و قوانین اور معاش و معاد کے دستور و آئین کا معلوم کرلینا اور فرشتوں کے اور آسمانوں کے چھپے ہوئے بھیدوں پر سے آگاہی پانا اُن سے نہیں ہو سکتا۔ بخلاف قرآن کریم کے

(باقی بر صفحہ ۷۵۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۵۳ - وہ اِن ہی مضامین سے پُر ہے۔ **ف۹** اسی لئے سارے جہان کی تربیت کے اعلیٰ اور محکم ترین اصول اس میں بیان ہوئے ہیں۔ **ف۱۰** حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں "یعنی اگر جھوٹ بناتا اللہ پر تو اوّل اُس کا دشمن اللہ ہوتا اور ہاتھ پکڑتا یہ دستور ہے گردن مارنے کا کہ جلاد اُس کا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے تا سرک نہ جائے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں "کہ "تقول" کی ضمیر رسُول کی طرف لوٹتی ہے یعنی اگر رسُول بالفرض کوئی حرف اللہ کی طرف منسوب کر دے یا اسکے کلام میں اپنی طرف سے ملادے جو اللہ نے نہ کہا ہو تو اُسی وقت اُس پر یہ عذاب کیا جائے (العیاذ باللہ) کیونکہ اُس کی تصدیق اور سچائی آیات بیّنات اور دلائل وبراہین کے ذریعہ سے ظاہر کی جاچکی ہے۔ اب اگر اس قسم کی بات پر فوراً عذاب اور سزا نہ کی جائے تو وحی الٰہی سے امن اُٹھ جائیگا اور ایسا التباس واشتباہ پڑ جائیگا جس کی اصلاح ناممکن ہو جائیگی۔ جو حکمت تشریع کے منافی ہے۔ بخلاف اس شخص کے جس کا رسُول ہونا آیات وبراہین سے ثابت نہیں ہوا، بلکہ کھلے ہوئے قرائن و دلائل علانیہ اس کی رسالت کی نفی کر چکے ہیں تو اس کی بات بھی بیہودہ اور خرافات ہے کوئی عاقل اس کو درخورِ اعتنا نہ سمجھیگا اور نہ بحمد اللہ دین الٰہی میں کوئی التباس واشتباہ واقع ہوگا۔ ہاں ایسے شخص کی معجزات وغیرہ سے تصدیق ہونا محال ہے۔ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جھوٹا ثابت کرنے اور رسوا کرنے کے لئے ایسے اُمور بروئے کار

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ع ۲/۱۵

منکروں پر **ف۱** ‏ اور وہ جو ہے یقین کرنے کے قابل ہے ‏ اب بول پاکی اپنے رب کے نام کی جو ہے سب سے بڑا **ف۲**

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ معارج مکّہ میں نازل ہوئی اور اس کی چوالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾ مِّنَ

مانگا ‏ ایک مانگنے والے نے عذاب ‏ پڑنے والا ‏ منکروں کے واسطے کوئی نہیں اُس کو ہٹانے والا **ف۳** ‏ آئے

اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ

اللہ کی طرف سے جو چڑھتے درجوں والا ہے **ف۴** چڑھینگے اُس کی طرف فرشتے اور روح **ف۵** ‏ اس دن میں ‏ جس کا

مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ

لنباؤ ‏ پچاس ہزار ‏ برس ہے **ف۶** ‏ سو تو صبر کر ‏ بھلی طرح کا صبر کرنا **ف۷** ‏ وہ

يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿۷﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾

دیکھتے ہیں اُس کو دور ‏ اور ہم دیکھتے ہیں اُس کو نزدیک **ف۸** جس دن ہوگا ‏ آسمان جیسے تانبا پگھلا ہوا **ف۹**

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾ وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ

اور ہونگے پہاڑ ‏ جیسے اُون رنگی ہوئی **ف۱۰** اور نہ پوچھے گا دوستدار دوستدار کو ‏ سب نظر آجائینگے اُن کو **ف۱۱**

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ

چاہیگا گنہگار کسی طرح چھڑوائی میں دے کر ‏ اُس دن کے عذاب سے اپنے بیٹے کو ‏ اور اپنی ساتھ والی کو

وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِىْ تُـْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا

اور اپنے بھائی کو ‏ اور اپنے گھرانے کو جس میں رہتا تھا ‏ اور جتنے زمین پر ہیں ‏ سب کو

ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ

پھر اپنے آپ کو بچالے ‏ ہرگز نہیں **ف۱۲** وہ تپتی ہوئی آگ ہے ‏ کھینچ لینے والی کلیجہ **ف۱۳** پکارتی ہے اسکو جس نے پیٹھ پھیر لی

لائے جو اُسکے دعوئے رسالت کے مخالف ہوں۔ اسکی مثال یوں سمجھو کہ جس طرح بادشاہ ایک شخص کو کسی منصب پر مامور کر کے اور سند و فرمان وغیرہ دے کر کسی طرف روانہ کرتے ہیں۔ اب اگر اُس شخص سے اُس خدمت میں کچھ خیانت ہوئی یا بادشاہ پر کچھ جھوٹ باندھنا اُس سے ثابت ہوا تو اسی وقت بلا توقف اُس کا تدارک کرتے ہیں۔ لیکن اگر سڑک کوٹنے والا مزدور یا جھاڑو دینے والا بھنگی بکتا پھرے کہ گورنمنٹ کا میرے لئے یہ فرمان ہے یا میرے ذریعہ سے یہ احکام دیئے گئے ہیں تو کون اُسکی بات پر کان دھرتا ہے اور کون اُسکے دعووں سے تعرض کرتا ہے۔ بہر حال آیت ہذا میں حضورؐ کی نبوّت پر استدلال نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ بتلایا گیا ہے کہ قرآن کریم خالص اللہ کا کلام ہے جس میں ایک حرف یا ایک شوشہ نبی کریم صلعم بھی اپنی طرف سے شامل نہیں کر سکتے۔ اور نہ باوجود پیغمبر ہونے کے آپ کی یہ شان ہے کہ کوئی بات اللہ کی طرف منسوب کر دیں۔ جو اُس نے نہ کہی ہو۔ تورات سفر استثناء کے اٹھارویں باب میں بیسواں فقرہ یہ ہے "لیکن وہ نبی ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے"۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو نبی ہوگا اُس سے ایسا ممکن نہیں فنظیر ہذہ الآیۃ قولہ تعالیٰ فی البقرۃ "ولئن اتبعت اھواء ھم بعد الذی جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر"۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی خدا سے ڈرنے والے اس کلام کو سُن کر نصیحت حاصل کرینگے اور جن کے دل میں ڈر نہیں وہ جھٹلائینگے لیکن ایک وقت آنیوالا ہے کہ یہی کلام اور اُن کا یہ جھٹلانا سخت حسرت و پشیمانی کا موجب ہوگا۔ اس وقت پچھتائینگے کہ افسوس کیوں ہم نے اس سچی بات کو جھٹلایا تھا جو آج یہ آفت دیکھنی پڑی۔ **ف۲** یعنی یہ کتاب تو ایسی چیز ہے جس پر یقین سے بھی بڑھ کر یقین رکھا جائے کیونکہ اس کے مضامین سراپا سچ اور ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ لازم ہے کہ آدمی اس پر ایمان لا کر اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو۔

تم سورۃ الحاقۃ وللہ الحمد۔

ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی پیغمبر نے تم پر عذاب مانگا ہے وہ کسی سے نہ ہٹایا جائیگا"۔ یا عذاب مانگنے والے کفار ہوں جو کہا کرتے تھے کہ آخر جس عذاب کا وعدہ ہے وہ جلدی کیوں نہیں آتا، اے اللہ! اگر محمد (صلعم) کا کہنا سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دے۔ یہ باتیں انکار و تمسخر کی راہ سے کہتے تھے اُس پر فرمایا کہ عذاب مانگنے والے ایک ایسی آفت مانگ رہے ہیں جو بالیقین اُن پر پڑنے والی ہے کسی کے روکے رُک نہیں سکتی۔ کفار کی انتہائی حماقت یا شوخ چشمی ہے جو ایسی چیز کا اپنی طرف سے مطالبہ کرتے ہیں۔ **ف۴** یعنی فرشتے اور مومنین کی روحیں تمام آسمانوں کو درجہ بدرجہ طے کر کے اُس کی بارگاہِ قرب تک چڑھتی ہیں، یا اسکے بندے اُسکے حکموں کی تابعداری میں جان و دل سے کوشش کر کے اور اچھی خصلتوں سے آراستہ ہو کر قرب و وصول کے روحانی مرتبوں اور درجوں سے ترقی کرتے ہوئے اس کی حضوری سے مشرف ہوتے ہیں اور وہ درجے مسافت کی دُوری اور نزدیکی میں مختلف اور متفاوت ہیں بعض ایسے ہیں کہ ایک پلک مارنے میں اُن کے سبب سے ترقی ہو سکتی ہے جیسے اسلام کا کلمہ زبان سے کہنا، اور بعض ایسے ہیں کہ ایک ساعت میں اُن سے ترقی حاصل ہوتی ہے جیسے نماز ادا کرنا، اور بعض سے پورے ایک دن میں، جیسے روزہ، یا ایک مہینہ میں، جیسے پورے رمضان کے روزے، یا ایک سال میں جیسے حج ادا کرنا علیٰ ہذا القیاس اور اسی طرح فرشتوں اور روحوں کا عروج جو کسی کام پر مقرر ہیں اس کام سے فراغت پانے کے بعد مختلف و متفاوت ہے اور اُس خداوند قدوس کی تدبیر و انتظام کا اتار چڑھاؤ بیشمار درجے رکھتا ہے۔ **ف۵** یعنی فرشتے اور لوگوں کی روحیں پیشی کے لئے حاضر ہوں گی۔ **ف۶** پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہے یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت سے لے کر بہشتیوں کے بہشت میں، اور دوزخیوں کے دوزخ میں قرار پکڑنے تک پچاس ہزار برس کی

(باقی برصفحہ ۷۵۵)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۵۴ - مُدّت ہوگی اور کُل فرشتے اور تمام قسم کی مخلوقات کی رُوحیں اس تدبیر میں بطور خدمتگار کے شریک ہونگی - پھر اس بڑے کام کے سرانجام کی مُدّت گذرنے پر اُن کو عروج ہوگا۔ (تنبیہ) حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم ایماندار آدمی کو وہ (اتنا لمبا) دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک نماز فرض ادا کرلیتا ہے"۔ **ف۷** یعنی یہ کافر اگر ازراہِ انکار و تمسخر عذاب کے لئے جلدی مچائیں تب بھی آپ جلدی نہ کریں - بلکہ صبر و استقلال سے رہیں، نہ تنگدل ہوں، نہ حرفِ شکایت زبان پر آئے آپ کا صبر اور اُن کا تمسخر ضرور رنگ لائیگا۔ **ف۸** یعنی اُنکے خیال میں قیامت کا آنا بعید از امکان اور دُور از عقل ہے - اور ہم کو اس قدر قریب نظر آرہی ہے گویا آئی رکھی ہے۔ **ف۹** بعض نے "مہل" کا ترجمہ تیل کی تلچھٹ سے کیا ہے۔

وَتَوَلّٰى ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿١٨﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿١٩﴾ اِذَا مَسَّهُ

اور پھر کر چلا گیا اور جوڑا اور سینت کر رکھا **ف۱** بیشک آدمی بنا ہے جی کا کچا جب پہنچے اُس کو

الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿٢٠﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿٢١﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿٢٢﴾ الَّذِيْنَ

بُرائی تو بے صبرا اور جب پہنچے اُس کو بھلائی تو بے توفیقا **ف۲** مگر وہ نمازی جو

هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿٢٤﴾

اپنی نماز پر قائم ہیں **ف۳** اور جن کے مال میں حصّہ مقرر ہے

لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٢٦﴾ وَ

مانگنے والے اور ہارے ہوئے کا **ف۴** اور جو یقین کرتے ہیں انصاف کے دن پر **ف۵** اور

الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٢٧﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ

جو لوگ کہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں **ف۶** بیشک اُن کے رب کے عذاب سے

غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ

کسی کو نڈر نہ ہونا چاہئے **ف۷** اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں مگر اپنی جوروؤں سے

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ

یا اپنے ہاتھ کے مال سے سو اُن پر نہیں کچھ اُلاہنا پھر جو کوئی ڈھونڈے اسکے سوائے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿٣٢﴾

سو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے **ف۸** اور جو لوگ کہ اپنی امانتوں اور اپنے قول کو نباہتے ہیں **ف۹**

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ

اور جو اپنی گواہیوں پر سیدھے ہیں **ف۱۰** اور جو اپنی نماز سے

يُحَافِظُوْنَ ﴿٣٤﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

خبردار ہیں **ف۱۱** وہی لوگ ہیں باغوں میں عزت سے **ف۱۲** پھر کیا ہوا ہے منکروں کو

قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾ اَيَطْمَعُ

تیری طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں داہنے سے اور بائیں سے غول کے غول کیا طمع رکھتا ہے

ف۱۰ اُون مختلف رنگ کی ہوتی ہے اور پہاڑوں کی رنگتیں بھی مختلف ہیں - کما قال تعالیٰ "وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ" (فاطر - رکوع ۴) دوسری جگہ فرمایا "كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ" (القارعہ) یعنی پہاڑ دُھنکی ہوئی اُون کی طرح اُڑتے پھرینگے۔

ف۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "سب نظر آجائینگے یعنی دوستی اُنکی نکمی تھی"۔ ایک دوسرے کا حال دیکھیگا مگر کچھ مدد و حمایت نہ کرسکیگا - ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔

ف۱۲ یعنی چاہیگا کہ بس چلے تو سارے کنبہ بلکہ ساری دنیا کو فدیہ میں دیکر اپنی جان بچالے مگر یہ ممکن نہ ہوگا۔

ف۱۳ یعنی وہ آگ مجرم کو کہاں چھوڑتی ہے - وہ تو کھال اُتار کر اندر سے کلیجہ نکال لیتی ہے۔

فوائد صفحہ ہٰذا - **ف۱** یعنی دوزخ کی طرف سے ایک کشش اور پکار ہوگی - بس جتنے لوگ دنیا میں حق کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلدیے تھے اور عمل صالح کی طرف سے اعراض کرتے اور مال سمیٹنے اور سینت کر رکھنے میں مشغول رہے تھے - وہ سب دوزخ کی طرف کھنچے چلے آئینگے - بعض آثار میں ہے کہ دوزخ اوّل زبان قال سے پکاریگی "اِلَیَّ یا کافر، اِلَیَّ یا منافق اِلَیَّ یا جامع المال" (یعنی او کافر! او منافق! او مال سمیٹ کر رکھنے والے! اِدھر آ) لوگ اِدھر اُدھر بھاگینگے - اُس کے بعد ایک بہت لمبی گردن نکلیگی جو کفار کو چُن چُن کر اس طرح اُٹھالیگی جیسے جانور زمین سے دانہ اٹھالیتا ہے (العیاذ باللہ)

ف۲ یعنی کسی طرف پختگی اور ہمت نہیں دکھلاتا - فقر فاقہ، بیماری اور سختی آئے تو بے صبر ہو کر گھبرا اُٹھے، بلکہ مایوس ہو جائے گویا اب کوئی سبیل مصیبت سے نکلنے کی باقی نہیں رہی اور مال و دولت تندرستی اور فراخی ملے تو نیکی کے لئے ہاتھ نہ اُٹھے، اور مالک کے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو - ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

ف۳ یعنی گنڈے دار نہیں بلکہ مداومت و التزام سے نماز پڑھتے ہیں اور نماز کی حالت میں نہایت سکون کے ساتھ برابر اپنی نماز ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

ف۴ سورۃ "المومنون" میں اس کی تفسیر گذر چکی۔

ف۵ یعنی اس یقین کی بنا پر اچھے کام کرتے ہیں جو اُس دن کام آئیں۔

ف۶ یعنی اس سے ڈر کر برائیوں کو چھوڑتے ہیں۔

ف۷ یعنی اللہ کا عذاب ایسی چیز نہیں کہ بندہ اس کی طرف سے مامون اور بیفکر ہو کر بیٹھ رہے۔

ف۸ یعنی بیوی اور باندی کے سوا جو اور کوئی جگہ قضائے شہوت کے لئے ڈھونڈے وہ حدِ اعتدال اور حدِ جواز سے باہر قدم نکالتا ہے۔ **ف۹** اس میں اللہ کے اور بندوں کے سب حقوق آگئے - کیونکہ آدمی کے پاس جس قدر قوتیں ہیں سب اللہ کی امانت ہیں - اُن کو اُسی کے بتلائے ہوئے مواقع میں خرچ کرنا چاہئے - اور جو قول و قرار ازل میں باندھ چکا ہے اس سے پھرنا نہیں چاہئے۔ **ف۱۰** یعنی ضرورت پڑے تو بلا کم و کاست اور بے رو رعایت گواہی دیتے ہیں - حق پوشی نہیں کرتے۔ **ف۱۱** یعنی نمازوں کے اوقات اور شروط و آداب کی خبر رکھتے ہیں اور اُس کی صورت و حقیقت کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ **ف۱۲** جنتیوں کی یہ آٹھ صفتیں ہوئیں جن کو نماز سے شروع اور نماز ہی پر ختم کیا گیا ہے - تا معلوم ہو کہ نماز اللہ کے ہاں کس قدر مہتم بالشان عبادت ہے جس میں یہ صفات ہونگی وہ "ہلوع" (کچے دل کا) نہ ہوگا بلکہ عزم و ہمت والا ہوگا۔

كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ

ہر ایک شخص اُن میں کہ داخل ہو جائے نعمت کے باغ میں ہرگز نہیں ف١ ہم نے انکو بنایا ہے

مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾

جس سے وہ بھی جانتے ہیں ف٢ سو میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی ف٣ تحقیق ہم کر سکتے ہیں

عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ

کہ بدل کر لے آئیں اُن سے بہتر اور ہمارے قابو سے نکل نہ جائینگے ف٤ سو چھوڑ دے انکو

يَخُوْضُوْا وَ يَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِیْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ

کہ باتیں بنائیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ مل جائیں اپنے اُس دن سے جس کا اُن سے وعدہ ہے ف٥ جس دن

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾

نکل پڑینگے قبروں سے دوڑتے ہوئے جیسے کسی نشانی پر دوڑتے جاتے ہیں ف٦

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ ع

جھکی ہونگی اُن کی آنکھیں چڑھی آتی ہوگی اُن پر ذلت، یہ ہے وہ دن جس کا اُن سے وعدہ تھا ف٧

سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِیَ ثَمَانٍ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّ رُكُوْعَانِ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۂ نوح مکہ میں نازل ہوئی اور شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے اسکی اٹھائیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ

ہم نے بھیجا نوح کو اُس کی قوم کی طرف کہ ڈرا اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ

يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢﴾ اَنِ

پہنچے اُن پر عذاب دردناک ف٨ بولا اے قوم میری تم کو ڈر سناتا ہوں کھول کر کہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿٣﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ

بندگی کرو اللہ کی اور اُس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو ف٩ تاکہ بخشے وہ تم کو کچھ گناہ تمہارے اور

يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ

ڈھیل دے تم کو ایک مقرر وعدہ تک ف١٠ وہ جو وعدہ کیا ہے اللہ نے جب آپہنچیگا اسکو ڈھیل نہ ہوگی ف١١

ف١ یعنی قرآن کی تلاوت اور جنت کا ذکر سن کر کفار ہر طرف سے ٹولیاں بنا کر تیری طرف اُمڈے چلے آتے ہیں۔ پھر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں، کیا اس کے باوجود یہ بھی طمع رکھتے ہیں کہ وہ سب جنت کے باغوں میں داخل کئے جائینگے؟ جیسا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہم کو لوٹ کر خدا کی طرف جانا ہوا تو وہاں بھی ہمارے لئے بہتری ہی بہتری ہے۔ ہرگز نہیں۔ اُس خداوند عادل و حکیم کے ہاں ایسا اندھیر نہیں ہو سکتا۔ (تنبیہ) ابن کثیر نے ان آیات کا مطلب یہ لیا ہے کہ تیری طرف کے ان منکروں کو کیا ہوا کہ تیزی کے ساتھ دوڑے چلے جاتے ہیں داہنے اور بائیں، غول کے غول، یعنی قرآن سن کر ایسے کیوں بدکتے اور بھاگتے ہیں۔ پھر کیا اس وحشت و نفرت کے باوجود یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ اُن میں ہر شخص بے کھٹکے جنت میں جا گھسے گا؟ ہرگز نہیں۔ وہذا کما قال تعالیٰ "فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ" (مدثر۔ رکوع ٢)

ف٢ یعنی مٹی جیسی حقیر یا منی جیسی گھناؤنی چیز سے پیدا ہوا وہ کہاں لائق ہے بہشت کے۔ مگر ہاں جب ایمان کی بدولت پاک و صاف اور معظم و مکرم ہو۔ اور ممکن ہے "اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ" سے اشارہ ہو۔ "اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا" کی طرف جو چند آیات پہلے اسی سورت میں آچکا ہے یعنی وہ پیدا تو ہوا ہے ان صفات پر اور "اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ" الخ کے استثناء میں اپنے کو شامل نہ کیا۔ پھر بہشت کا مستحق کیسے ہو، اس تقدیر پر "مِمَّا يَعْلَمُوْنَ" کی ترکیب "خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ" کے قبیل سے ہوگی۔

ف٣ آفتاب ہر روز ایک نئے نقطہ سے طلوع ہوتا اور نئے نقطہ پر غروب ہوتا ہے۔ اُن کو "مشارق" و "مغارب" کہا۔

ف٤ یعنی جب اُن کی جگہ اُن سے بہتر لا سکتے ہیں تو خود اُن کو دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتے؟ کیا وہ ہمارے قابو سے نکل کر کہیں جا سکتے ہیں؟ یا "خَيْرًا مِّنْهُمْ" سے مراد اُن ہی کا دوبارہ پیدا کرنا ہو۔ کیونکہ عذاب ہو یا ثواب، دوسری زندگی اس زندگی سے بہرحال اکمل ہوگی۔ یا یہ مطلب ہو کہ ان کفار مکہ کو ہنسی ٹھٹھا کرنے دیجئے، ہم خدمت اسلام کے لئے اس سے بہتر قوم لے آئینگے چنانچہ "قریش" کی جگہ اس نے "انصار مدینہ" کو کھڑا کر دیا۔ اور مکہ والے پھر بھی اُس کے قابو سے نکل کر کہیں نہ جا سکے۔ آخر اپنی شرارتوں کے مزے چکھنے پڑے (تنبیہ) مشارق و مغارب کی قسم شاید اس لئے کھائی کہ خدا ہر روز مشرق و مغرب کو بدلتا رہتا ہے اُس کو تمہارا تبدیل کرنا کیا مشکل ہے۔

ف٥ یعنی تھوڑے دن کی ڈھیل ہے۔ پھر سزا ہونی یقینی ہے۔

ف٦ یعنی کسی خاص نشان اور علامت کی طرف جیسے تیزی سے دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یا "نصب" سے بت مراد ہوں جو کعبہ کے گرد کھڑے کئے ہوئے تھے۔ اُن کی طرف بھی بہت عقیدت اور شوق کے ساتھ لپکتے ہوئے جاتے تھے۔

ف٧ یعنی قیامت کا دن۔

تم سورة المعارج ولله الحمد والمنة

ف٨ یعنی اس سے پہلے کہ کفر و شرارت کی بدولت دنیا میں طوفان کے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب کا سامنا ہو۔

ف٩ یعنی اللہ سے ڈر کر کفر و معصیت چھوڑو اور طاعت و عبادت کا راستہ اختیار کرو۔

ف١٠ یعنی ایمان لے آؤ گے تو اُس سے پہلے اللہ کے جو حقوق تلف کئے ہیں وہ معاف کر دیگا، اور کفر و شرارت پر جو عذاب آنا مقدر ہے ایمان لانے کی صورت میں وہ نہ آئیگا۔ بلکہ ڈھیل دیجائیگی کہ عمر طبعی تک زندہ رہو۔ حتیٰ کہ جانداروں کی موت و حیات کے عام قانون کے موافق اپنے مقرر وقت پر موت آئے۔ کیونکہ اُس سے تو بہرحال کسی نیک و بد کو چارہ نہیں۔ ف١١ یعنی ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب کا جو وعدہ ہے اگر وہ سر پر آ کھڑا ہوا تو کسی کے ٹالے نہیں ٹلیگا نہ ایک منٹ کی ڈھیل دیجائیگی۔ یا یہ مطلب ہو کہ موت کا وقت معین پر آنا ضروری ہے اُس میں تاخیر نہیں ہو سکتی والظاہر ہو الاول۔ حضرت شاہ صاحبؒ ان آیات کی تقریر ایک اور طرح کرتے ہیں۔ "یعنی بندگی کرو کہ نوع انسان دنیا میں قیامت تک رہے۔ اور قیامت کو تو دیر نہ لگیگی اور جو سب مل کر بندگی چھوڑ دو تو سارے ابھی ہلاک ہو جاؤ" طوفان آیا تھا ایسا ہی کہ ایک آدمی نہ بچے۔ حضرت نوحؑ کی بندگی سے اُن کا بچاؤ ہو گیا۔

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝۵
اگر تم کو سمجھ ہے ف۱ . بولا اے رب میں بُلاتا رہا اپنی قوم کو رات اور دن
فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝۶ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ
پھر میرے بُلانے سے اور زیادہ بھاگنے لگے ف۲ اور میں نے جب کبھی اُن کو بُلایا تاکہ تو اُن کو بخشے
جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا
ڈالنے لگے اُنگلیاں اپنے کانوں میں ف۳ اور لپیٹنے لگے اپنے اُوپر کپڑے ف۴ اور ضد کی
وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝۷ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝۸ ثُمَّ اِنِّيْ
اور غرور کیا بڑا غرور ف۵ پھر میں نے اُن کو بُلایا برملا ف۶ پھر میں نے
اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝۹ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ
اُن کو کھول کر کہا اور چھپ کر کہا چپکے سے ف۷ تو میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے
اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّيُمْدِدْكُمْ
بیشک وہ ہے بخشنے والا ف۸ چھوڑ دے گا آسمان کی تم پر دھاریں اور بڑھا دیگا تم کو
بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝۱۲ مَا
مال اور بیٹوں سے اور بنا دیگا تمہارے واسطے باغ اور بنا دیگا تمہارے لئے نہریں ف۹ کیا ہوا ہے
لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝۱۳ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝۱۴ اَلَمْ تَرَوْا
تم کو کیوں نہیں اُمید رکھتے اللہ سے بڑائی کی ف۱۰ اور اُسی نے بنایا تم کو طرح طرح سے ف۱۱ کیا تم نے نہیں دیکھا
كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝۱۵ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ
کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان تہ پر تہ ف۱۲ اور رکھا چاند کو اُن میں
نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝۱۶ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝۱۷
اُجالا اور رکھا سورج کو چراغ جلتا ہوا ف۱۳ اور اللہ نے اُگایا تم کو زمین سے جما کر ف۱۴
ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝۱۸ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ
پھر مکرر ڈالیگا تم کو اُس میں اور نکالیگا تم کو باہر ف۱۵ اور اللہ نے بنا دیا تمہارے لئے زمین کو

ف۱ یعنی اگر تم کو سمجھ ہے تو یہ باتیں سمجھنے اور عمل کرنے کی ہیں۔

ف۲ یعنی نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک اُن کو سمجھاتے رہے۔ جب اُمید کی کوئی جھلک باقی نہ رہی تو مایوس اور تنگدل ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ بارِ خدایا میں نے اپنی طرف سے دعوت و تبلیغ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ رات کی تاریکی میں اور دن کے اُجالے میں برابر اُن کو تیری طرف بُلاتا رہا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ جُوں جُوں تیری طرف آنے کو کہا گیا یہ بدبخت اور زیادہ اِدھر سے منہ پھیر کر بھاگے اور جس قدر میری طرف سے شفقت و دلسوزی کا اظہار ہوا، اُن کی جانب سے نفرت اور بیزاری بڑھتی گئی۔

ف۳ کیونکہ میری بات سننا اُن کو گوارا نہیں۔ چاہتے ہیں کہ یہ آواز کان میں نہ پڑے۔

ف۴ تا وہ میری اور میں اُن کی صورت نہ دیکھوں۔ نیز انگلیاں اگر کسی وقت کانوں میں ڈھیلی پڑ جائیں تو کچھ کپڑوں کی روک رہے غرض کوئی بات کسی عنوان سے دل میں اُترنے نہ پائے۔

ف۵ یعنی کسی طرح اپنے طریقہ سے ہٹنا نہیں چاہتے اور اُن کا غرور اجازت نہیں دیتا کہ میری بات کی طرف ذرا بھی کان دھریں۔

ف۶ یعنی اُن کے مجمعوں میں خطاب کیا اور مجلسوں میں جا کر سمجھایا۔

ف۷ یعنی مجمع کے سوا اُن سے علیحدگی میں بات کی، صاف کھول کر بھی اور اشاروں میں بھی، زور سے بھی اور آہستہ بھی، غرض نصیحت کا کوئی عنوان اور کوئی رنگ نہیں چھوڑا۔

ف۸ یعنی باوجود سینکڑوں برس سمجھانے کے اب بھی اگر میری بات مان کر اپنے مالک کی طرف جُھکو گے اور اُس سے اپنی خطائیں معاف کراؤ گے تو وہ بڑا بخشنے والا ہے، پچھلے سب قصور یک قلم معاف کر دیگا۔

ف۹ یعنی ایمان و استغفار کی برکت سے قحط و خشک سالی (جس میں وہ برسوں سے مبتلا تھے) دُور ہو جائیگی اور اللہ تعالیٰ دھواں دھار برسنے والا بادل بھیج دیگا جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہونگے۔ غلّے، پھل، میوہ کی افراط ہو گی، مواشی وغیرہ فربہ ہو جائینگے، دُودھ گھی بڑھ جائیگا اور عورتیں جو کفر و معصیت کی شامت سے بانجھ ہو رہی ہیں اولاد ذکور جننے لگیں گی۔ غرض آخرت کے ساتھ دنیا کے عیش و بہار سے بھی وافر حصہ دیا جائیگا۔ (تنبیہ) امام ابو حنیفہؒ نے اس آیت سے یہ نکالا ہے کہ استسقاء کی اصل حقیقت اور روح استغفار و انابت ہے اور نماز اس کی کامل ترین صورت ہے، جو سُنّت صحیحہ سے ثابت ہوئی۔

ف۱۰ یعنی اللہ کی بڑائی سے اُمید رکھنا چاہئے کہ تم اس کی فرمانبرداری کرو گے تو تم کو بزرگی اور عزت و وقار عنایت فرمائیگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ کی بڑائی کا اعتقاد کیوں نہیں رکھتے اور اُسکی عظمت و جلال سے ڈرتے کیوں نہیں۔

ف۱۱ یعنی ماں کے پیٹ میں تم نے طرح طرح کے رنگ بدلے۔ اور اصلی مادہ سے لیکر موت تک آدمی کتنی پلٹیاں کھاتا ہے اور کتنے اطوار و ادوار اور اتار چڑھاؤ ہیں جن میں کو گذرتا ہے۔

ف۱۲ یعنی ایک کے اُوپر ایک۔

ف۱۳ سورج کا نور تیز اور گرم ہوتا ہے جس کے آتے ہی رات کی تاریکی کافور ہو جاتی ہے۔ شاید اس لئے اُس کو جلتے چراغ سے تشبیہ دی۔ اور چاند کے نور کو اسی چراغ کی روشنی کا پھیلاؤ سمجھنا چاہئے جو جرم قمر کے توسط سے ٹھنڈی اور دھیمی ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۱۴ یعنی زمین سے خوب اچھی طرح جماؤ کے ساتھ پیدا کیا اوّل ہمارے باپ آدم مٹی سے پیدا ہوئے، پھر نطفہ جس سے بنی آدم پیدا ہوتے ہیں غذا کا خلاصہ ہے جو مٹی سے نکلتی ہے۔

ف۱۵ یعنی مرے پیچھے مٹی میں مل جاتے ہیں پھر قیامت کے دن اُسی سے نکالے جائینگے۔

ف۱ یعنی اُس پر لیٹو، بیٹھو، چلو، پھرو ہر طرف کشادہ راستے نکال دیئے ہیں۔ ایک شخص چاہے اور وسائل ہوں تو ساری زمین کے گرد گھوم سکتا ہے۔ راستہ کی کوئی رکاوٹ نہیں۔
ف۲ یعنی اپنے رئیسوں اور مالداروں کا کہا مانا جن کے مال و اولاد میں کچھ خوبی اور بہتری نہیں بلکہ وہ اُن پر ٹوٹا ہے اُن ہی کے سبب دین سے محروم رہے اور غایت تمرّد و تکبّر سے اوروں کو بھی محروم رکھا۔ ف۳ یعنی سب کو سمجھا دیا کہ اس کی بات نہ مانو اور طرح طرح کی ایذاء رسانی کے درپے رہے۔ ف۴ یعنی اپنے معبودوں کی حمایت پر جمے رہنا، نوح کے بہکائے میں نہ آنا، کہتے ہیں کہ سینکڑوں برس تک ہر ایک اپنی اولاد اور اولاد در اولاد کو وصیت کر جاتا تھا کہ کوئی اس بڈھے "نوح" کے فریب میں نہ آئے اور اپنے آبائی دین سے قدم نہ ہٹائے۔

بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي

بچھونا تاکہ چلو اس میں کشادہ رستے ف۱ کہا نوح نے اے رب میرے انہوں نے میرا کہا نہ مانا

وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾

اور مانا ایسے کا جس کو اُس کے مال اور اولاد سے اور زیادہ ہو ٹوٹا ف۲ اور داؤ کیا ہے بڑا داؤ ف۳

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ

اور بولے ہرگز نہ چھوڑیو اپنے معبودوں کو ف۴ اور نہ چھوڑیو ودّ کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو

وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾

اور یعوق اور نسر کو ف۵ اور بہکا دیا بہتوں کو اور تو نہ زیادہ کرنا بے انصافوں کو مگر بھٹکنا ف۶

مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن

کچھ وہ اپنے گناہوں سے دبائے گئے پھر ڈالے گئے آگ میں ف۷ پھر نہ پائے اپنے واسطے انہوں نے

دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ

اللہ کے سوائے کوئی مددگار ف۸ اور کہا نوح نے اے رب نہ چھوڑیو زمین پر

الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا

منکروں کا ایک گھر بسنے والا مقرر اگر تو چھوڑ دیگا اُن کو بہکائینگے تیرے بندوں کو اور جو جنیں گے سو

فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا

ڈھیٹھ حق کا منکر ف۹ اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو آئے میرے گھر میں ایماندار

وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

اور سب ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو ف۱۰ اور گنہگاروں پر بڑھتا رکھ یہی برباد ہونا

سُورَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَّرُكُوعَانِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

سورۂ جن مکہ میں نازل ہوئی شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے اور اسکی اٹھائیس آیتیں ہیں دو رکوع

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا

تو کہہ مجھ کو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے ف۱۱ پھر کہنے لگے ہم نے سنا ہے ایک قرآن

ف۵ یہ اُن کے بتوں کے نام ہیں۔ ہر مطلب کا ایک الگ بُت بنا رکھا تھا۔ وہ ہی بُت پھر عرب میں آئے۔ اور ہندوستان میں بھی۔ اسی قسم کے بُت بشنو، برہما، اندر، شیو اور ہنومان وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں۔ اس کی مفصل تحقیق حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں کی بعض روایات میں ہے کہ پہلے زمانہ میں کچھ بزرگ لوگ تھے اُن کی وفات کے بعد شیطان کے اغواء سے قوم نے اُن کی تصویریں بطور یادگار بنا کر کھڑی کر لیں۔ پھر اُن کی تعظیم ہونے لگی۔ شدہ شدہ پرستش کرنے لگے۔ (العیاذ باللہ)

ف۶ حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں "یعنی (بھٹکتے رہیں) کوئی تدبیر (سیدھی) بن نہ پڑے"۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ "استدراج کے طور پر بھی ان کو اپنی معرفت سے آشنا نہ کر"۔ اور عامہ مفسرین نے ظاہری معنے لئے ہیں۔ یعنی اے اللہ ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھا دیجئے تا جلد شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو کر عذاب الٰہی کے مورد بنیں مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ بددعا ان کی ہدایت سے بکلی مایوس ہو کر کی۔ خواہ مایوسی ہزار سالہ تجربہ کی بنا پر ہو یا حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سن چکے ہونگے "اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ" (ہود۔ رکوع ۴) بہرحال ایسی مایوسی کی حالت میں تنگدل اور غضبناک ہو کر یہ دعا کرنا کچھ مستبعد نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص یا جماعت کے راہ راست پر آنے کی طرف سے قطعًا مایوسی ہو جائے اور نبی اُن کی استعداد کو پوری طرح جانچ کر سمجھ لے کہ خیر کے نفوذ کی ان میں مطلق گنجائش نہیں۔ بلکہ ان کا وجود ایک عضو فاسد کی طرح ہے جو یقینًا باقی جسم کو بھی فاسد اور مسموم کر ڈالیگا۔ تو اُس وقت اُن کے کاٹ ڈالنے اور صفحۂ ہستی سے محو کر دینے کے سوا دوسرا کیا علاج ہے۔ اگر قتال کا حکم ہو تو قتال کے ذریعہ سے اُن کو فنا کیا جائے یا قوت توڑ کر اُن کے اثر بد کو متعدی نہ ہونے دیا جائے۔ ورنہ آخری صورت یہ ہے کہ اللہ سے دعاء کی جائے کہ وہ اُن کے وجود سے دنیا کو پاک کر دے اور اُن کے زہریلے جراثیم سے دوسروں کو محفوظ رکھے۔ کما قال "اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ"۔ بہرحال نوحؑ کی دعاء اور اسی طرح موسیٰ علیہ السّلام کی دعاء جو سورۂ "یونس" میں گذری، اسی قبیل سے تھی۔ واللہ اعلم۔

ف۷ یعنی طوفان آیا۔ اور بظاہر پانی میں ڈبائے گئے لیکن فی الحقیقت برزخ کی آگ میں پہنچ گئے۔

ف۸ یعنی وہ بُت (وَدّ، سُواع، یغوث وغیرہ) اس آڑے وقت میں کچھ بھی مدد نہ کر سکے۔ یونہی کس مپرسی کی حالت میں مرکھپ گئے۔

ف۹ یعنی ایک کافر کو زندہ نہ چھوڑیئے۔ ان میں کوئی اس لائق نہیں کہ باقی رکھا جائے جو کوئی رہیگا میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ اسکے نطفہ سے بھی بے حیا ڈھیٹھ منکرِ حق اور ناشکرے پیدا ہونگے اور جب تک ان میں سے کوئی موجود رہیگا خود تو راہِ راست پر کیا آتا دوسرے ایمانداروں کو بھی گمراہ کریگا۔

ف۱۰ یعنی میرے مرتبہ کے موافق مجھ سے جو تقصیر ہوئی ہو، اپنے فضل سے معاف کیجئے، اور میرے والدین اور جو میری کشتی یا میرے گھر یا میری مسجد میں مومن ہو کر آئے اُن سب کی خطاؤں سے درگذر فرمایئے۔ بلکہ قیامت تک جس قدر مرد اور عورتیں مومن ہوں سب کی مغفرت کیجئے۔ اے اللہ! نوحؑ کی دعاء کی برکت سے اس بندۂ عاصی و خاطی کو بھی اپنی رحمت و کرم سے مغفور کر کے بدون تعذیب دنیوی و اُخروی اپنی رضاء و کرامت کے محل میں پہنچایئے "اِنَّكَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُّجِيْبُ الدَّعَوَاتِ"۔ تم سورۃ نوح وللہ الحمد والمنۃ۔

ف۱۱ جنوں کے وجود اور حقیقت پر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے سورۂ ہذا کی تفسیر میں نہایت مبسوط و مفصل بحث کی ہے۔ اور عربی میں "آکام المرجان فی احکام الجان" اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے جس کو شوق ہو مطالعہ کرے۔ یہاں گنجائش نہیں کہ اس قسم کے مباحث درج کئے جائیں۔

عَجَبًا ۝۱ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۝۲

عجیب کہ سمجھاتا ہے نیک راہ سو ہم اُس پر یقین لائے اور ہرگز نہ شریک بتلاوینگے ہم اپنے رب کا کسی کو ف۱

وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳ وَّاَنَّهٗ كَانَ

اور یہ کہ اُونچی ہے شان ہمارے رب کی نہیں رکھی اُس نے جورو نہ بیٹا ف۲ اور یہ کہ

یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ

ہم میں کا بیوقوف اللہ پر بڑھا کر باتیں کہا کرتا تھا ف۳ اور یہ کہ ہم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ بولیں گے

الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۵ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ

آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ ف۴ اور یہ کہ تھے کتنے مرد آدمیوں میں کے

یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا

پناہ پکڑتے تھے کتنے مردوں کی جنوں میں کے پھر تو وہ اور زیادہ سر چڑھنے لگے ف۵ اور یہ کہ اُن کو بھی خیال تھا

ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝۷ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا

جیسا تم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ اُٹھائیگا اللہ کسی کو ف۶ اور یہ کہ ہم نے ٹٹول دیکھا آسمان کو پھر پایا اُسکو

مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّشُهُبًا ۝۸ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ

بھر رہے ہیں اُس میں چوکیدار سخت اور انگارے اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں

لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝۹ وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْۤ

سُننے کے واسطے پھر جو کوئی اب سُننا چاہے وہ پائے اپنے واسطے ایک انگارا گھات میں ف۷ اور یہ کہ ہم نہیں جانتے

اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝۱۰ وَّاَنَّا

کہ بُرا ارادہ ٹھہرا ہے زمین کے رہنے والوں پر یا چاہا ہے اُن کے حق میں اُنکے رب نے راہ پر لانا ف۸ اور یہ کہ

مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۝۱۱ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ

کوئی ہم میں نیک ہیں اور کوئی اس کے سوائے ہم تھے کئی راہ پر پھٹے ہوئے ف۹ اور یہ کہ ہمارے

اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝۱۲ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا

خیال میں آگیا کہ ہم چھپ نہ جائینگے اللہ سے زمین میں اور نہ تھکا دینگے اس کو بھاگ کر ف۱۰ اور یہ کہ جب ہم نے سن لی

ف۱ سورۂ "احقاف" میں گذر چکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے کئی جن اِدھر کو گذرے اور قرآن کی آواز پر فریفتہ ہو کر سچے دل سے ایمان لے آئے۔ پھر اپنی قوم سے جا کر سب ماجرا بیان کیا۔ کہ ہم نے ایک کلام سُنا ہے جو (اپنی فصاحت و بلاغت، حُسنِ اسلوب، قوتِ تاثیر، شیریں بیانی، طرزِ موعظت اور علوم و مضامین کے اعتبار سے) عجیب و غریب ہے معرفتِ ربّانی اور رُشد و فلاح کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اور طالبِ خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے اس لئے ہم سُنتے ہی بلا توقف اُس پر یقین لائے اور ہم کو کچھ شک و شبہ باقی نہیں رہا کہ ایسا کلام اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اب ہم اُس کی تعلیم و ہدایت کے موافق عہد کرتے ہیں کہ آیندہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اُن کے اس تمام بیان کی آخر تک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول پر وحی فرمائی۔ اس کے بعد بہت مرتبہ جن حضورؐ سے آکر ملے۔ ایمان لائے اور قرآن سیکھا۔

ف۲ یعنی جورو بیٹا رکھنا اُس کی عظمت شان کے منافی ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "جو گمراہیاں آدمیوں میں پھیلی ہوئی تھیں وہ جنوں میں بھی تھیں (عیسائیوں کی طرح) اللہ کے جورو بیٹا بتاتے تھے"۔

ف۳ یعنی ہم میں جو بیوقوف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی لغو باتیں اپنی طرف سے بڑھا کر کہتے تھے اور اُن میں سب سے بڑا بیوقوف ابلیس ہے شاید خاص وہی اس جگہ لفظ "سفیہ" سے مُراد ہو۔

ف۴ یعنی ہم کو یہ خیال تھا کہ اس قدر کثیر التعداد جن اور آدمی ملکر جن میں بڑے بڑے عاقل اور دانا بھی ہیں اللہ تعالیٰ کی نسبت جھوٹی بات کہنے کی جرأت نہ کرینگے۔ یہی خیال کرکے ہم بھی بہک گئے اب قرآن سُن کر قلعی کھلی اور اپنے پیشروؤں کی اندھی تقلید سے نجات ملی۔

ف۵ عرب میں یہ جہالت بہت پھیلی ہوئی تھی۔ جنوں سے غیب کی خبریں پُوچھتے، اُن کے نام کی نذر و نیاز کرتے چڑھاوے چڑھاتے۔ اور جب کسی قافلہ کا گزر یا پڑاؤ کسی خوفناک وادی میں ہوتا تو کہتے کہ اس حلقہ کے جنوں کا جو سردار ہے ہم اُس کی پناہ میں آتے ہیں تاکہ وہ اپنے ماتحت جنوں سے ہماری حفاظت کرے۔ ان باتوں سے جن اور زیادہ مغرور ہو گئے اور سر چڑھنے لگے۔ دوسری طرف اس طرح کی شرکیات سے آدمیوں کے عصیان و طغیان میں بھی اضافہ ہوا جب اُنہوں نے خود اپنے اُوپر جنوں کو مسلّط کر لیا تو وہ اُن کے اغوا میں کیا کمی کرتے۔ آخر قرآن نے آکر ان خرابیوں کی جڑ کاٹی۔

ف۶ مسلمان جن یہ سب گفتگو اپنی قوم سے کر رہے ہیں یعنی جیسا تمہارا خیال ہے، بہت آدمیوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو ہرگز قبروں سے نہ اُٹھائیگا۔ یا آئندہ کوئی پیغمبر مبعوث نہ کریگا۔ جو رسُول پہلے ہو چکے سو ہو چکے۔ اب قرآن سے معلوم ہوا کہ اُس نے ایک عظیم الشان رسُول بھیجا ہے جو لوگوں کو بتلاتا ہے کہ تم سب موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جاؤ گے اور رتی رتی کا حساب دینا ہوگا۔

ف۷ یعنی ہم اُڑ کر آسمان کے قریب تک پہنچے تو دیکھا کہ آج کل بہت سخت جنگی پہرے لگے ہوئے ہیں جو کسی شیطان کو غیب کی خبر سُننے نہیں دیتے اور جو شیطان ایسا ارادہ کرتا ہے اُس پر انگارے برستے ہیں۔ اس سے پیشتر اتنی سختی اور روک ٹوک نہ تھی۔ جن اور شیاطین آسمان کے قریب گھات میں بیٹھ کر اُدھر کی کچھ خبر سُن آیا کرتے تھے۔ مگر اب اس قدر سخت ناکہ بندی اور انتظام ہے کہ جو سُننے کا اِرادہ کرے فوراً شہاب ثاقب کے آتشیں گولے سے اُس کا تعاقب کیا جاتا ہے۔ اس کی بحث پہلے سورۂ "حجر" وغیرہ میں گذر چکی وہاں دیکھ لیا جائے۔

ف۸ یعنی یہ جدید انتظامات اور سخت ناکہ بندیاں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آئی ہیں۔ یہ تو ہم سمجھ چکے کہ قرآن کریم کا نزول اور پیغمبر عربی کی بعثت اس کا سبب ہوا لیکن نتیجہ کیا ہونے والا ہے؟ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہ پر آئینگے اور اللہ اُن پر الطاف خصوصی مبذول فرمائیگا؟ یا یہی ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کئے جائیں؟ اس کا علم اُسی علام الغیوب کو ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

ف۹ یعنی نزول قرآن سے پہلے بھی سب جن ایک راہ پر نہ تھے، کچھ نیک اور شائستہ تھے، اور بہت سے بدکار و ناہنجار، اُن میں بھی فرقے اور جماعتیں ہوں گی۔ کوئی مشرک، کوئی عیسائی، کوئی یہودی وغیر ذلک۔ اور عملی طور پر ہر ایک کی راہِ عمل جُدا ہوگی۔ اب قرآن آیا جو اختلافات اور تفرقوں کو مٹانا چاہتا ہے۔ لیکن لوگ ایسے کہاں ہیں کہ سب کے سب حق کو قبول کر کے ایک راستہ پر چلنے لگیں۔ لامحالہ اب بھی اختلاف رہیگا۔

ف۱۰ یعنی اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے نہ زمین میں کسی جگہ چھُپ کر، نہ اِدھر اُدھر بھاگ کر، یا ہوا میں اُڑ کر۔

الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۙ﴿۱۳﴾
راہ کی بات تو ہم نے اُس کو مان لیا ف۱ پھر جو کوئی یقین لائیگا اپنے رب پر سو وہ نہ ڈریگا نقصان سے اور نہ زبردستی سے ف۲

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا
اور یہ کہ کچھ ہم میں حکمبردار ہیں اور کچھ ہیں بے انصاف سو جو لوگ حکم میں آگئے سو انہوں نے اٹکل کر لیا

رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا
نیک راہ کو اور جو بے انصاف ہیں وہ ہوئے دوزخ کے ایندھن ف۳ اور یہ حکم آیا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے

عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ
راہ پر تو ہم پلاتے اُن کو پانی بھر کر تاکہ اُن کو جانچیں اُس میں ف۴ اور جو کوئی

يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ
منہ موڑے اپنے رب کی یاد سے وہ ڈال دیگا اُس کو چڑھتے عذاب میں ف۵ اور یہ کہ مسجدیں

لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ
اللہ کی یاد کے واسطے ہیں سو مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو ف۶ اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ ف۷ کہ اسکو پکارے

كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ؕ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ
لوگوں کا بندھنے لگتا ہے اُس پر ٹھٹھ ف۸ تو کہہ میں تو پکارتا ہوں بس اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا

اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ
اُس کا کسی کو ف۹ تو کہہ میرے اختیار میں نہیں تمہارا بُرا اور نہ راہ پر لانا ف۱۰ تو کہہ مجھ کو نہ

يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ﴿۲۲﴾ اِلَّا
بچائیگا اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤنگا اُس کے سوائے کہیں سرک رہنے کو جگہ ف۱۱ مگر

بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ
پہنچانا ہے اللہ کی طرف سے اور اسکے پیغام لانے ف۱۲ اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اُسکے رسُول کا سو اُسکے لئے

نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ﴿۲۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ
آگ ہے دوزخ کی رہا کریں اُس میں ہمیشہ ف۱۳ یہاں تک کہ جب دیکھینگے جو کچھ اُن سے وعدہ ہوا

ف۱ یعنی ہمارے لئے فخر کا موقع ہے کہ جنوں میں سب سے پہلے ہم نے قرآن سُن کر بلا توقف قبول کیا اور ایمان لانے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کی۔ ف۲ یعنی سچے ایماندار کو اللہ کے ہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ نہ نقصان کا کہ اُس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائگاں چلی جائے۔ نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جُرم اس کے سر تھوپ دیئے جائیں، غرض وہ نقصان تکلیف اور ذلّت و رسوائی سب سے مامون و محفوظ ہے۔ ف۳ یعنی نزول قرآن کے بعد ہم میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جنہوں نے اللہ کا پیغام سُن کر قبول کیا اور اُس کے احکام کے سامنے گردن جُھکا دی۔ یہی ہیں جو تلاشِ حق میں کامیاب ہوئے۔ اور اپنی تحقیق و تفحص سے نیکی کے راستہ پر پہنچ گئے۔ دوسرا گروہ بے انصافوں کا ہے جو کجروی و بے انصافی کی راہ سے اپنے پروردگار کے احکام کو جھٹلاتا اور اس کی فرمانبرداری سے انحراف کرتا ہے۔ یہ وہ ہیں جن کو جہنم کا کندا اور دوزخ کا ایندھن کہنا چاہیئے (تنبیہ) یہاں تک مسلمان جنّوں کا کلام نقل فرمایا جو انہوں نے اپنی قوم سے کیا۔ آگے حق تعالیٰ اپنی طرف سے چند نصیحت کی باتیں ارشاد فرماتے ہیں گویا "وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا" الخ کا عطف "اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ" پر ہوا۔ مترجم محققؒ نے ترجمہ میں اور "یہ حکم آیا" کے الفاظ بڑھا کر بتلا دیا کہ یہاں سے اخیر تک "قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ" کے تحت میں داخل ہے۔

ف۴ یعنی اگر جن و انس حق کی سیدھی راہ پر چلتے تو ہم اُن کو ایمان و طاعت کی بدولت ظاہری و باطنی برکات سے سیراب کر دیتے اور اُس میں بھی اُن کی آزمائش ہوتی کہ نعمتوں سے بہرہ ور ہو کر شکر بجا لاتے اور طاعت میں مزید ترقی کرتے ہیں یا کفران نعمت کر کے اصل سرمایہ بھی کھو بیٹھتے ہیں بعض روایات میں ہے کہ اس وقت مکّہ والوں کے ظلم و شرارت کی سزا میں حضورؐ کی دعا سے کئی سال کا قحط پڑا تھا۔ لوگ خشک سالی سے پریشان ہو رہے تھے۔ اس لئے متنبہ فرما دیا کہ اگر سب لوگ ظلم و شرارت سے باز آ کر اللہ کے راستہ پر چلیں جیسے مسلمان جنوں نے طریقہ اختیار کیا ہے تو قحط دُور ہو اور بارانِ رحمت سے ملک سرسبز و شاداب کر دیا جائے۔

ف۵ یعنی اللہ کی یاد سے منہ موڑ کر آدمی کو چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ وہ تو ایسے راستہ پر چل رہا ہے جہاں پریشانی اور عذاب ہی چڑھتا چلا آتا ہے۔

ف۶ یوں تو خدا کی ساری زمین اس اُمّت کے لئے مسجد بنا دی گئی ہے لیکن خصوصیت سے وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خاص عبادتِ الٰہی کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ اُن کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے۔ وہاں جا کر اللہ کے سوا کسی ہستی کو پکارنا ظلم عظیم اور شرک کی بدترین صورت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خالص خدائے واحد کی طرف آؤ اور اس کا شریک کر کے کسی کو کہیں بھی مت پکارو خصوصاً مساجد میں جو اللہ کے نام پر تنہا اُسی کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں بعض مفسّرین نے "مساجد" سے مُراد وہ اعضا لئے ہیں جو سجدہ کے وقت زمین پر رکھے جاتے ہیں۔ اُس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ خدا کے دیئے ہوئے اور اُس کے بنائے ہوئے اعضاء ہیں۔ جائز نہیں کہ ان کو اُس مالک و خالق کے سوا کسی دوسرے کے سامنے جھکاؤ۔

ف۷ یعنی بندۂ کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ف۸ یعنی آپ جب کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے ہیں تو لوگ ٹھٹھ کے ٹھٹھ آپ پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ مؤمنین تو شوق و رغبت سے قرآن سُننے کی خاطر اور کفار عداوت و عناد سے آپ پر ہجوم کرنے کے لئے۔

ف۹ یعنی کفار سے کہہ دیجئے کہ تم مخالفت کی راہ سے بھیڑ کیوں کرتے ہو، کونسی بات ایسی ہے جس پر تمہاری خفگی ہے۔ میں کوئی بُری اور نامعقول بات تو نہیں کہتا۔ صرف اپنے رب کو پُکارتا ہوں اور اُس کا شریک کسی کو نہیں سمجھتا۔ تو اس میں لڑنے جھگڑنے کی کونسی بات ہے اور اگر تم سب مل کر مجھ پر ہجوم کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو میرا بھروسہ اکیلے اُسی خدا پر ہے جو ہر قسم کی شرکت سے پاک اور بے نیاز ہے۔ ف۱۰ یعنی میرے اختیار میں نہیں کہ تم کو بھی راہ پر لے آؤں۔ اور نہ آؤ تو کچھ نقصان پہنچا دوں سب بھلائی بُرائی اور سُود و زیاں اُسی خدائے واحد کے قبضہ میں ہے۔ ف۱۱ یعنی تم کو نفع نقصان پہنچانا تو کجا، اپنا نفع و ضرر میرے قبضہ میں نہیں۔ اگر بالفرض میں اپنے فرائض میں تقصیر کروں تو کوئی شخص نہیں جو مجھ کو اللہ کے ہاتھ سے بچا لے اور کوئی جگہ نہیں جہاں بھاگ کر پناہ حاصل کر سکوں۔

ف۱۲ یعنی اللہ کی طرف سے پیغام لانا اور اس کے بندوں کو پہنچا دینا، یہی چیز ہے جو اُس نے میرے اختیار میں دی اور یہی فرض ہے جس کے ادا کرنے سے میں اس کی حمایت اور پناہ میں رہ سکتا ہوں۔ ف۱۳ یعنی تمہارے نفع نقصان کا مالک میں نہیں۔ لیکن اللہ کی اور میری نافرمانی کرنے سے نقصان پہنچنا ضروری ہے۔

ف١ یعنی تم جو جتھے باندھ کر ہم پر ہجوم کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ محمد (صلعم) اور اسکے ساتھی تھوڑے سے آدمی ہیں وہ بھی کمزور۔ تو جب وعدہ کا وقت آئیگا اس وقت پتہ لگیگا کہ کس کے ساتھی کمزور اور گنتی میں تھوڑے تھے۔ **ف٢** یعنی اس کا علم مجھے نہیں دیا گیا کہ وعدہ جلد آنیوالا ہے، یا ایک مُدّت کے بعد۔ کیونکہ قیامت کا وقت معین کر کے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ یہ اُن غیوب میں سے ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ **ف٣** یعنی اپنے بھید کی پوری خبر کسی کو نہیں دیتا۔ ہاں رسُولوں کو جس قدر اُنکی شان و منصب کے لائق ہو بذریعۂ وحی خبر دیتا ہے۔ اس وحی کے ساتھ فرشتوں کے پہرے اور چوکیاں رکھی جاتی ہیں کہ کسی طرف سے شیطان اُس میں دخل کرنے نہ پائے۔ اور رسُول کا اپنا نفس بھی غلط نہ سمجھے۔ یہی معنی ہیں اس بات کے کہ پیغمبروں کو (اپنے علوم و اخبار میں) عصمت حاصل ہے، اوروں کو نہیں۔ انبیاء کی معلومات میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی۔ دوسروں کی معلومات میں کئی طرح کے احتمال ہیں۔ اسی لیے محققین صوفیہؒ نے فرمایا ہے کہ ولی اپنے کشف کو قرآن و سنت پر عرض کر کے دیکھے اگر اُن کے مخالف نہ ہو تو غنیمت سمجھے۔ ورنہ بے تکلف رد کر دے۔ (تنبیہ) اس آیت کی نظیر آل عمران میں ہے: "وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشآء" اور کئی سورتوں میں علم غیب کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے وہیں ہم فوائد میں اس پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ فلیراجع۔

فَسَيَعۡلَمُونَ مَنۡ اَضۡعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿٢٤﴾ قُلۡ اِنۡ اَدۡرِىۡۤ

تب جان لیں گے کس کے مددگار کمزور ہیں اور گنتی میں تھوڑے **ف١** تو کہہ میں نہیں جانتا

اَقَرِيۡبٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ اَمۡ يَجۡعَلُ لَهٗ رَبِّىۡۤ اَمَدًا ﴿٢٥﴾ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ

کہ نزدیک ہے جس چیز کا تم سے وعدہ ہوا ہے یا کر دے اُس کو میرا رب ایک مُدت کے بعد **ف٢** جاننے والا بھید کا

فَلَا يُظۡهِرُ عَلٰى غَيۡبِهٖۤ اَحَدًا ﴿٢٦﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰى مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّهٗ

سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی کسی کو مگر جو پسند کر لیا کسی رسُول کو تو وہ

يَسۡلُكُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَـعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ

چلاتا ہے اُس کے آگے اور پیچھے چوکیدار **ف٣** تاکہ جانے کہ انہوں نے

اَبۡلَغُوۡا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمۡ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيۡهِمۡ وَاَحۡصٰى كُلَّ شَىۡءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾ ع ٩/١٢

پہنچائے پیغام اپنے رب کے **ف٤** اور قابو میں رکھا ہے جو اُنکے پاس ہے اور گن لی ہے ہر چیز کی گنتی **ف٥**

سُوۡرَةُ الۡمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِىَ عِشۡرُوۡنَ اٰيَةً وَّرُكُوۡعَانِ

سورۂ مزمل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿١﴾ قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ﴿٢﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ

اے کپڑے میں لپٹنے والے **ف٦** کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات **ف٧** آدھی رات یا اُس میں سے کم کر دے

قَلِيۡلًا ۙ﴿٣﴾ اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا ؕ﴿٤﴾ اِنَّا سَنُلۡقِىۡ عَلَيۡكَ

تھوڑا سا یا زیادہ کر اُس پر **ف٨** اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف **ف٩** ہم ڈالنے والے ہیں تجھ پر

قَوۡلًا ثَقِيۡلًا ﴿٥﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِىَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّاَقۡوَمُ قِيۡلًا ؕ﴿٦﴾ اِنَّ

ایک بات وزن دار **ف١٠** البتہ اُٹھنا رات کو سخت روندتا ہے اور سیدھی نکلتی ہے بات **ف١١** البتہ

لَكَ فِى النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِيۡلًا ؕ﴿٧﴾ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ اِلَيۡهِ

تجھ کو دن میں شغل رہتا ہے لمبا **ف١٢** اور پڑھے جا نام اپنے رب کا اور چھوٹ کر چلا آ اُسکی طرف

نصف

١٢ رمضان المبارک ١٣٣٦ھ (دالطف)

ف٤ یعنی یہ زبردست انتظامات اس غرض سے کئے جاتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ فرشتوں نے پیغمبروں کو یا پیغمبروں نے دوسرے بندوں کو اُس کے پیغامات ٹھیک ٹھیک بلا کم و کاست پہنچا دیئے ہیں۔ **ف٥** یعنی ہر چیز اُس کی نگرانی اور قبضہ میں ہے کسی کی طاقت نہیں کہ وحی الٰہی میں تغیر و تبدل یا قطع و بُرید کر سکے۔ اور یہ پہرے چوکیاں بھی شانِ حکومت کے اظہار اور سلسلۂ اسباب کی محافظت کے لیے بہت سی حکمتوں پر مبنی ہیں۔ ورنہ جس کا علم اور قبضہ ہر چیز پر حاوی ہو اُس کو ان چیزوں کی کوئی احتیاج نہیں۔

تمّ سورۃ الجن وللہ الحمد والمنۃ

ف٦ یہ سورت ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکّہ میں نازل ہوئیں۔ روایات صحیحہ میں ہے کہ شروع میں جب وحی کی دہشت اور ثقل سے آپؐ کا بدن کانپنے لگا تو آپؐ نے گھر والوں سے فرمایا "زمّلونی زمّلونی" (مجھے کپڑا اڑھاؤ کپڑا اڑھاؤ) چنانچہ کپڑا اڑھا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اور اس سے اگلی سورت میں آپ کو وہی نام لے کر پکارا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ قریش نے "دار الندوہ" میں جمع ہو کر آپ کے متعلق مشورہ کیا کہ آپ کی حالت کے مناسب کوئی لقب تجویز کرنا چاہیئے۔ کسی نے "کاہن" کہا کسی نے "جادوگر" کسی نے "مجنون" مگر اتفاق رائے کسی چیز پر نہ ہوا۔ اخیر میں "ساحر" کی طرف رُجحان تھا۔ آپؐ کو خبر ہوئی تو رنجیدہ اور غمگین ہوئے اور کپڑوں میں لپٹ گئے۔ جیسا کہ اکثر سوچ اور غم میں مغموم آدمی اس طرح کر لیتا ہے۔ اُس پر حق تعالیٰ نے تانیس و ملاطفت کے لئے اس عنوان سے خطاب فرمایا جیسے آپؐ نے حضرت علیؓ کو ایک مرتبہ "قم اباتراب" فرمایا تھا جبکہ وہ گھر سے رنجیدہ ہو کر چلے گئے اور مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں "کہ اس سورت میں خرقہ پوشی کے لوازم و شروط بیان ہوئی ہیں۔" گویا یہ سورت اُس شخص کی سورت ہے جو درویشوں کا خرقہ پہنے اور اپنے تئیں اس رنگ میں رنگے۔ لغت عرب میں "مزّمل" اس شخص کو کہتے ہیں جو بڑے کشادہ کپڑے کو اپنے اُوپر لپیٹ لے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ایسا تھا کہ جب نماز تہجّد اور قرآن شریف کی تلاوت کے لئے رات کو اُٹھتے تھے تو ایک کمبل دراز اوڑھ لیتے تھے۔ تا سردی سے بدن محفوظ رہے اور وضوء و نماز کی حرکات میں کسی طرح کا حرج واقع نہ ہو۔ نیز اس عنوان کے اختیار کرنے میں اُن لوگوں کو ہشیار کرنا ہے جو کپڑوں میں لپٹے ہوئے رات کو آرام کر رہے ہوں کہ رات کا ایک معتدبہ حصّہ اللہ کی عبادت میں گذاریں۔

ف٧ یعنی کسی رات اتفاق سے نہ ہو سکے تو معاف ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک "اِلَّا قَلِيۡلًا" کا مطلب یہ ہے کہ رات کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہو ہاں تھوڑا سا حصّہ شب کا اگر آرام کرو، تو مضائقہ نہیں۔ غالباً تھوڑے سے مُراد یہاں نصف ہو گا کیونکہ رات جو آرام کے لئے تھی جب آدھی عبادت میں گذار دی تو اُس کے اعتبار سے باقی نصف کو "تھوڑا" ہی کہنا موزوں تھا۔ **ف٨** یعنی آدھی رات سے کچھ کم جو تہائی تک پہنچ سکتی ہے یا آدھی سے زیادہ جو دو تہائی تک ہو۔ بقرینۃ قولہ تعالیٰ فیما بعد "ان ربک یعلم انک تقوم ادنٰی من ثلثی الیل ونصفہ وثلثہ الخ" **ف٩** یعنی تہجد میں قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کہ ایک ایک حرف صاف سمجھ میں آئے۔ اس طرح پڑھنے سے فہم و تدبّر میں مدد ملتی ہے اور دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے اور ذوق و شوق بڑھتا ہے۔ **ف١٠** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی ریاضت کر تو بھاری بوجھ آسان ہو۔" اور وہ بوجھ ایسا ہے کہ جس کے سامنے شب بیداری کو سہل سمجھنا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد پے بہ پے قرآن تم پر نازل کرینگے جو اپنی قدر و منزلت کے اعتبار سے بہت قیمتی اور روزندار اور اپنی کیفیات و لوازم کے اعتبار سے بہت بھاری اور گرانبار ہے۔ احادیث میں ہے کہ نزول قرآن کے وقت آپؐ پر بہت گرانی اور سختی گزرتی تھی۔ جاڑے کے موسم میں آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ اگر اُس وقت کسی سواری پر سوار ہوتے تو سواری تحمل نہیں کر سکتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کی فخذ مبارک زید بن ثابتؓ کی ران پر تھی۔ اُس وقت وحی نازل ہوئی۔ زید بن ثابتؓ کو ایسا محسوس ہوا کہ اُن کی ران بوجھ سے پھٹ جائیگی۔ اس کے علاوہ اس ماحول میں قرآن کی دعوت و تبلیغ اور اس کے حقوق کا پوری

(باقی بر صفحہ ٧٦٢)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۶۱۔ طرح ادا کرنا اور اس راہ میں تمام سختیوں کو کشادہ دلی سے برداشت کرنا بھی سخت مشکل اور بھاری کام تھا۔ اور جس طرح ایک حیثیت سے یہ کلام آپؐ پر بھاری تھا دوسری حیثیت سے کافروں اور منکروں پر شاق تھا۔ غرض ان تمام وجوہ کا لحاظ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ جس قدر قرآن اُتر چکا ہے۔ اُس کی تلاوت میں رات کو مشغول رہا کریں اور اس عبادت خاص کے انوار سے اپنے تئیں مشرف کر کے اس فیض عظیم کی قبولیت کی استعداد اپنے اندر مستحکم فرمائیں۔ **ف۱۱** یعنی رات کو اُٹھنا کچھ آسان کام نہیں۔ بڑی بھاری ریاضت اور نفس کشی ہے جس سے نفس روندا جاتا ہے اور نیند آرام وغیرہ خواہشات پامال کی جاتی ہیں۔ نیز اُس وقت دُعا اور ذکر سیدھا دل سے ادا ہوتا ہے۔ زبان اور دل موافق ہوتے ہیں۔ جو بات زبان سے نکلتی ہے ذہن میں خوب جمتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ ہر قسم کے شور و غل اور چیخ پکار سے یکسُو ہونے اور خداوند قدوس کے سمار دنیا پر نزول فرمانے سے قلب کو ایک عجیب قسم کے سکون و قرار اور لذت و اشتیاق کی کیفیت میسر ہوتی ہے۔

تَبۡتِیۡلًا ؕ﴿۸﴾ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَاتَّخِذۡہُ وَکِیۡلًا ﴿۹﴾

سب سے الگ ہو کر **ف۱** مالک مشرق اور مغرب کا **ف۲** اُسکے سوا کسی کی بندگی نہیں، سو پکڑ لے اُسکو کام بنانیوالا **ف۳**

وَ اصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ اہۡجُرۡہُمۡ ہَجۡرًا جَمِیۡلًا ﴿۱۰﴾ وَ ذَرۡنِیۡ وَ

اور سہتا رہ جو کچھ کہتے رہیں **ف۴** اور چھوڑ دے اُن کو بھلی طرح کا چھوڑنا **ف۵** اور چھوڑ دے مجھ کو اور

الۡمُکَذِّبِیۡنَ اُولِی النَّعۡمَۃِ وَ مَہِّلۡہُمۡ قَلِیۡلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّ

جھٹلانے والوں کو جو آرام میں رہے ہیں اور ڈھیل دے اُن کو تھوڑی سی **ف۶** البتہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور

جَحِیۡمًا ﴿ۙ۱۲﴾ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿٭۱۳﴾ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَ

آگ کا ڈھیر اور کھانا گلے میں اٹکنے والا اور عذاب دردناک **ف۷** جس دن کہ کانپے گی زمین اور

الۡجِبَالُ وَ کَانَتِ الۡجِبَالُ کَثِیۡبًا مَّہِیۡلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا ۬ۙ

پہاڑ اور ہو جائینگے پہاڑ ریت کے تودے پھسلتے **ف۸** ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول

شَاہِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ﴿ؕ۱۵﴾ فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ

بتلانے والا تمہاری باتوں کا **ف۹** جیسے بھیجا فرعون کے پاس رسول **ف۱۰** پھر کہا نہ مانا فرعون نے

الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰہُ اَخۡذًا وَّبِیۡلًا ﴿۱۶﴾ فَکَیۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ کَفَرۡتُمۡ یَوۡمًا

رسول کا پھر پکڑی ہم نے اُس کو وبال کی پکڑ **ف۱۱** پھر کیونکر بچوگے اگر منکر ہوگئے اُس دن سے

یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبَۨا ﴿٭ۖ۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِہٖ ؕ کَانَ وَعۡدُہٗ مَفۡعُوۡلًا ﴿۱۸﴾

جو کر ڈالے لڑکوں کو بوڑھا **ف۱۲** آسمان پھٹ جائیگا اُس دن میں اُس کا وعدہ ہونے والا ہے **ف۱۳**

اِنَّ ہٰذِہٖ تَذۡکِرَۃٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیۡلًا ﴿۱۹﴾ اِنَّ رَبَّکَ

یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے بنالے اپنے رب کی طرف راہ **ف۱۴** بیشک تیرا رب

ع ۱۳ / ۱۹

یَعۡلَمُ اَنَّکَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَ نِصۡفَہٗ وَ ثُلُثَہٗ وَ طَآئِفَۃٌ

جانتا ہے کہ تو اُٹھتا ہے نزدیک دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور تہائی رات کے اور

مِّنَ الَّذِیۡنَ مَعَکَ ؕ وَ اللّٰہُ یُقَدِّرُ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡہُ

کتنے لوگ تیرے ساتھ کے **ف۱۵** اور اللہ ماپتا ہے رات کو اور دن کو اُس نے جانا کہ تم اُس کو پورا نہ کر سکوگے

ف۱۲ یعنی دن میں لوگوں کو سمجھانا اور دوسرے کئی طرح کے مشاغل رہتے ہیں۔ گو وہ بھی آپ کے حق میں بالواسطہ عبادت ہیں۔ تاہم بلاواسطہ پروردگار کی عبادت اور مناجات کے لئے رات کا وقت مخصوص رکھنا چاہئے۔ اگر عبادت میں مشغول ہو کر رات کی بعض حوائج چھوٹ جائیں تو کچھ پروا نہیں۔ دن میں اُن کی تلافی ہو سکتی ہے۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی علاوہ قیام لیل کے دن میں بھی (گو بظاہر مخلوق سے معاملات و علائق رکھنے پڑتے ہیں لیکن) دل سے اسی پروردگار کا علاقہ سب پر غالب رکھیے اور چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے اسی کی یاد میں مشغول رہیے۔ غیر اللہ کا کوئی تعلق ایک آن کے لئے اُدھر سے توجہ کو ہٹنے نہ دے بلکہ سب تعلقات کٹ کر باطن میں اُسی ایک کا تعلق باقی رہ جائے یا یوں کہہ لو کہ سب تعلقات اسی ایک تعلق میں مدغم ہو جائیں جسے صوفیہ کے ہاں "بے ہمہ و باہمہ" یا "خلوت در انجمن" سے تعبیر کرتے ہیں۔ **ف۲** مشرق دن کا اور مغرب رات کا نشان ہے گویا اشارہ کر دیا کہ دن اور رات دونوں کو اُسی مالک مشرق و مغرب کی یاد اور رضا جوئی میں لگانا چاہئے۔

ف۳ یعنی بندگی بھی اُسی کی اور توکّل بھی اسی پر ہونا چاہئے۔ جب وہ وکیل و کارساز ہو تو دوسروں سے کٹ جانے اور الگ ہونے کی کیا پروا ہے۔

ف۴ یعنی کفار آپؐ کو ساحر، کاہن اور مجنون و مسحور وغیرہ کہتے ہیں ان باتوں کو صبر و استقلال سے سہتے رہیئے۔

ف۵ بھلی طرح کا چھوڑنا یہ کہ ظاہر میں ان کی صحبت ترک کرو اور باطن میں اُن کے حال سے خبردار رہو کہ کیا کرتے ہیں اور کیا کہتے ہیں اور مجھ کو کس طور سے یاد کرتے ہیں، دوسرے اُن کی بدسلوکی کی شکایت کسی کے سامنے نہ کرو، نہ انتقام لینے کے درپے ہو، نہ گفتگو یا مقابلہ کے وقت کج خلقی کا اظہار کرو۔ تیسرے یہ کہ باوجود جُدائی اور مفارقت کے اُن کی نصیحت میں قصور نہ کیجئے بلکہ جس طرح بن پڑے اُن کی ہدایت و رہنمائی میں سعی کرتے رہیئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی خلق سے کنارہ کر لیکن لڑ بھڑ کر نہیں، سلوک سے"، مگر یاد رہے کہ یہ آیت مکّی ہے اور آیات قتال کا نزول مدینہ میں ہوا ہے۔

ف۶ یعنی حق و صداقت کو جھٹلانے والے جو دنیا میں عیش و آرام کر رہے ہیں اُن کا معاملہ میرے سپرد کیجئے میں خود اُن سے نبٹ لونگا، مگر تھوڑی سی ڈھیل ہے۔

ف۷ عذاب دردناک سانپوں اور بچھوؤں کا اور خدا جانے کس کس قسم کا (العیاذ باللہ) **ف۸** یعنی اُس عذاب کی تمہید اُس وقت سے شروع ہوگی جب پہاڑوں کی جڑیں ڈھیلی ہو جائینگی اور وہ کانپ کر گر پڑینگے اور ریزہ ریزہ ہو کر ایسے ہو جائینگے جیسے ریت کے تودے جن پر قدم جم نہ سکے۔ **ف۹** یعنی یہ پیغمبر اللہ کے ہاں گواہی دیگا کہ کس نے اُس کا کہنا مانا اور کس نے نہیں مانا تھا۔ **ف۱۰** یعنی حضرت مُوسیٰ کی طرح تم کو مستقل دین اور عظیم الشان کتاب دیکر بھیجا۔ شاید یہ اُس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہے جو تورات سفر استثناء میں ہے کہ "میں اُنکے لئے اُنکے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا"۔ **ف۱۱** جب مُوسیٰ کے منکر کو ایسا سخت پکڑا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کو کیوں نہ پکڑیگا۔ جو تمام انبیاء سے افضل اور برتر ہیں۔

ف۱۲ یعنی دنیا میں اگر بچ گئے تو اس دن کیونکر بچوگے جس دن کی شدت اور درازی بچوں کو بوڑھا کر دینے والی ہوگی۔ خواہ فی الحقیقت بچے بوڑھے نہ ہوں لیکن اس روز کی سختی اور لمبائی کا اقتضاء یہی ہوگا۔ **ف۱۳** یعنی اللہ کا وعدہ اٹل ہے ضرور ہو کر رہیگا۔ خواہ تم اُس کو کتنا ہی بعید از امکان سمجھو۔ **ف۱۴** یعنی نصیحت کر دیگئی اب جو اپنا فائدہ چاہے اس نصیحت پر عمل کر کے اپنے رب سے ملجائے۔ راستہ کُھلا پڑا ہے کوئی روک ٹوک نہیں نہ خدا کا کچھ فائدہ ہے۔ تم سو دفعہ اپنا فائدہ سمجھو تو سیدھے چلے آؤ۔ (تنبیہ) رات کے جاگنے کا حکم جو شروع سورت میں تھا تقریباً ایک سال تک رہا پھر اگلی آیت سے منسوخ ہوا۔ **ف۱۵** یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اس کے حکم کی پوری تعمیل کی۔ کبھی آدھی کبھی تہائی اور کبھی دو تہائی رات کے قریب اللہ کی عبادت میں

(باقی برصفحہ ۷۶۳)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۶۲ - گذاری - چنانچہ روایات میں ہے کہ صحابہؓ کے پاؤں راتوں کو کھڑے کھڑے سُوج جاتے اور پھٹنے لگتے تھے - بلکہ بعض تو اپنے بال رسّی سے باندھ لیتے تھے کہ نیند آئے تو جھٹکا لگ کر تکلیف سے آنکھ کھل جائے.

فوائد صفحہ ہذا - **ف۱** یعنی رات اور دن کی پوری پیمائش تو اللہ کو معلوم ہے وہی ایک خاص اندازہ سے کبھی رات کو دن سے گھٹاتا کبھی بڑھاتا اور کبھی دونوں کو برابر کر دیتا ہے - بندوں کو اُس نیند اور غفلت کے وقت روزانہ آدھی، تہائی، اور دو تہائی رات کی پوری طرح حفاظت کرنا خصوصًا جبکہ گھڑی گھنٹوں کا سامان نہ ہو سہل کام نہیں تھا، اسی لئے بعض صحابہؓ رات بھر نہ سوتے تھے کہ کہیں نیند میں ایک تہائی رات بھی جاگنا نصیب نہ ہو - اس پر اللہ تعالٰے نے اپنی رحمت سے معافی بھیجدی اور فرما دیا کہ تم اس کو ہمیشہ پوری طرح نباہ نہ سکو گے اس لئے اب جس کو اُٹھنے کی توفیق ہو، وہ جتنی نماز، اور اس میں جتنا قرآن چاہے پڑھ لے - اب اُمّت کے حق میں نہ نماز تہجّد فرض ہے نہ وقت کی یا مقدار تلاوت کی کوئی قید ہے -

ف۲ یعنی اللہ تعالٰی نے دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہونگے اور مسافر بھی جو مُلک میں روزی یا علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھرینگے اور وہ مرد مجاہد بھی ہونگے جو اللہ کی راہ میں جنگ کرینگے اُن حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا - اس لئے تم پر تخفیف کر دی کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو پڑھ لیا کرو - اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں - ہاں فرض نمازیں نہایت اہتمام سے باقاعدہ پڑھتے رہو، اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو - کہ ان ہی باتوں کی پابندی سے بہت کچھ روحانی فوائد اور ترقیات حاصل ہو سکتی ہیں (تنبیہ) اولین صحابہ سے ایک سال تک بہت تاکید و تحتّم کے ساتھ یہ ریاضت شاقہ شاید اس لئے کرائی کہ وہ لوگ آیندہ تمام اُمت کے ہادی و معلم بننے والے تھے - ضرورت تھی کہ وہ اس قدر منجھ جائیں اور رُوحانیت کے رنگ میں ایسے رنگے جائیں کہ تمام دنیا اُن کے آئینہ میں کمالات محمدی صلعم کا نظارہ کر سکے اور یہ نفوس قدسیہ ساری اُمّت کی اصلاح کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھا سکیں - واللہ تعالٰی اعلم -

فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ‌ؕ عَلِمَ اَنۡ سَيَكُوۡنُ

سو تم پر معافی بھیجدی اب پڑھو جتنا تم کو آسان ہو قرآن سے **ف۱** جانا کہ کتنے ہونگے

مِنۡكُمۡ مَّرۡضٰى‌ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ يَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ

تم میں بیمار اور کتنے اور لوگ پھرینگے مُلک میں ڈھونڈھتے اللہ کے فضل

اللّٰهِ‌ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنۡهُ‌ۙ

کو اور کتنے لوگ لڑتے ہونگے اللہ کی راہ میں سو پڑھ لیا کرو جتنا آسان ہو اُس میں سے

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا‌ ؕ وَمَا

اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ **ف۲** اور قرض دو اللہ کو اچھی طرح پر قرض دینا **ف۳** اور جو

تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرًا وَّاَعۡظَمَ

کچھ آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی اُس کو پاؤ گے اللہ کے پاس بہتر اور ثواب میں

اَجۡرًا‌ ؕ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (۲۰)

زیادہ **ف۴** اور معافی مانگو اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے **ف۵**

سُوۡرَةُ الۡمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّخَمۡسُوۡنَ اٰيَةً وَّفِيۡهَا رُكُوۡعَانِ

سورۂ مدثر مکّہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھپن آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُۙ (۱) قُمۡ فَاَنۡذِرۡ (۲) وَرَبَّكَ فَكَبِّرۡ (۳) وَثِيَابَكَ

اے لحاف میں لپٹنے والے **ف۶** کھڑا ہو پھر ڈر سُنادے **ف۷** اور اپنے رب کی بڑائی بول **ف۸** اور اپنے کپڑے

فَطَهِّرۡ (۴) وَالرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ (۵) وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ (۶) وَلِرَبِّكَ

پاک رکھ اور گندگی سے دُور رہ **ف۹** اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے اور بدلا بہت چاہے، اور اپنے رب کے

فَاصۡبِرۡؕ (۷) فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوۡرِۙ (۸) فَذٰلِكَ يَوۡمَئِذٍ يَّوۡمٌ عَسِيۡرٌۙ (۹)

اُمید رکھ **ف۱۰** پھر جب بجنے لگے وہ کھوکھری چیز **ف۱۱** پھر وہ اُس دن مشکل دن ہے **ف۱۲**

ف۳ پورے اخلاص سے اللہ کی راہ میں اسکے احکام کے موافق خرچ کرنا یہی اُس کو اچھی طرح قرض دینا ہے - بندوں کو اگر قرض حسن دیا جائے وہ بھی اس کے عموم میں داخل سمجھو - کما ثبت فضلہ فی الحدیث -

ف۴ یعنی جو نیکی یہاں کرو گے - اللہ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤ گے اور بہت بڑا اجر اُس پر ملیگا تو یہ مت سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں یہیں ختم ہو جاتی ہے - نہیں، وہ سب سامان تم سے آگے اللہ کے ہاں پہنچ رہا ہے جو عین حاجت کے وقت تمہارے کام آئے گا -

ف۵ یعنی تمام احکام بجالا کر پھر اللہ سے معافی مانگو - کیونکہ کتنا ہی محتاط شخص ہو اُس سے بھی کچھ نہ کچھ تقصیر ہو جاتی ہے - کون ہے جو دعوٰی کر سکے کہ مَیں نے اللہ کی بندگی کا حق پوری طرح ادا کر دیا بلکہ جتنا بڑا بندہ ہو اسی قدر اپنے کو تقصیروار سمجھتا ہے اور اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہتا ہے - اے غفور و رحیم تو اپنے فضل سے میری خطاؤں اور کوتاہیوں کو بھی معاف فرما.

تم سورۃ المزمل وللہ الحمد والمنۃ

ف۶ اس کے لئے سورۂ "مزمل" کا پہلا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے -

ف۷ یعنی وحی کے ثقل اور فرشتہ کی ہیبت سے آپ کو گھبرانا اور ڈرنا نہیں چاہئے - آپ کا کام تو یہ ہے کہ سب آرام و چین چھوڑ کر دوسروں کو خدا کا خوف دلائیں - اور کفر و معصیت کے بُرے انجام سے ڈرائیں -

ف۸ کیونکہ رب کی بڑائی بولنے اور بزرگی و عظمت بیان کرنے ہی سے اُس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی کی تعظیم و تقدیس ہی وہ چیز ہے جس کی معرفت سب اعمال و اخلاق سے پہلے حاصل ہونی چاہئے - بہر حال اس کے کمالات و انعامات پر نظر کرتے ہوئے نماز میں اور نماز سے باہر اس کی بڑائی کا اقرار و اعلان کرنا تمہارا کام ہے -

ف۹ اس سورت کے نازل ہونے پر حکم ہوا کہ مخلوق کو خدا کی طرف بلائیں - پھر نماز وغیرہ کا حکم ہوا - نماز کے لئے شرط ہے کہ کپڑے پاک ہوں اور گندگی سے احتراز کیا جائے - اُن چیزوں کو یہاں بیان فرما دیا - یہ ظاہر ہے کہ جب کپڑوں کا حسّی و معنوی نجاستوں سے پاک رکھنا ضروری ہے تو بدن کی پاکی بطریق اولٰی ضروری ہوگی - اس لئے اس کے بیان کی ضرورت نہیں سمجھی گئی - بعض علماء نے کپڑوں کے پاک رکھنے سے نفس کا بُرے اخلاق سے پاک رکھنا مُراد لیا ہے - اور گندگی سے دُور رہنے کے معنی یہ لئے ہیں کہ بتوں کی گندگی سے دُور رہئے - جیسے اب تک دُور رہیں - بہر حال آیۂ ہذا میں طہارت ظاہری و باطنی کی تاکید مقصود ہے - کیونکہ بدون اس کے رب کی بڑائی کما حقہٗ دلنشین نہیں ہو سکتی -

ف۱۰ یہ ہمّت اور اولوا العزمی سکھلائی کہ جو کسی کو دے (روپیہ پیسہ یا علم و ہدایت وغیرہ) اس سے بدلہ نہ چاہئے محض اپنے رب کے دیئے پر شاکر و صابر رہ اور جو شدائد دعوت و تبلیغ کے راستہ میں پیش آئیں اُن کو اللہ کے واسطے صبر و تحمل سے برداشت کر اور اسی کے حکم کی راہ دیکھ کہ یہ عظیم الشان کام بدون اعلٰی درجہ کی حوصلہ مندی اور صبر و استقلال کے انجام نہیں پائیگا - ان آیتوں کی تفسیر اور بھی کئی طرح کی گئی ہے لیکن احقر کے خیال میں یہی بے تکلف ہے -

ف۱۱ یعنی صور پھونکا جائے -

ف۱۲ یعنی اُس دن کے واقعات میں سے صور کا پھونکا جانا گویا ایک مستقل دن ہے جو سر تا پا مشکلات اور سختیوں سے بھرا ہوگا.

ف۱ یعنی منکروں پرکسی طرح کی آسانی نہ ہوگی بلکہ اُس دن کی سختی دمبدم اُن پر بڑھتی جائیگی۔ بخلاف مومنین کے کہ اگر سختی بھی دیکھینگے تو کچھ مُدّت کے بعد پھر آسانی کردیجائیگی۔ ف۲ ہر انسان
ماں کے پیٹ سے اکیلا اور جریدہ آتا ہے۔ مال، اولاد، فوج، لشکر، سامان وغیرہ کچھ ساتھ نہیں لاتا یا "وحید" سے مُراد خاص ولید بن مغیرہ ہو جس کے بارہ میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ وہ اپنے باپ کا
اکلوتا بیٹا تھا اور دنیوی ثروت ولیاقت کے اعتبار سے عرب میں فرد اور یکتا سمجھا جاتا تھا مطلب یہ ہے کہ ایسے منکروں کے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے، نہ اُن کو مہلت ملنے سے تنگدل ہوں بلکہ
ان کا قصّہ میرے سپُرد کر دیں میں سب کا بھگتان کر دُونگا۔ آپ کو غمگین وپریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ف۳ یعنی مال واولاد کا پھیلاوا بہت ہوا۔ دسوں بیٹے ہر وقت آنکھوں
کے سامنے رہتے اور محفلوں میں باپ کی توقیر بڑھاتے اور دھاک بٹھلاتے تھے۔ تجارتی کاروبار اور دوسرے کام کاج کے لئے نوکر چاکر بہت تھے۔ ضرورت نہیں تھی کہ بیٹے باپ کی نظر سے غائب ہوں
ف۴ یعنی دنیا میں خوب عزّت جمادی اور مسند حکومت وریاست اچھی طرح تیار کردی۔ چنانچہ تمام قریش ہر مشکل کام میں اسی کی طرف رجوع کرتے اور اُس کو اپنا حاکم جانتے تھے۔
ف۵ یعنی باوجود کثرت نعمت وثروت کے کبھی حرفِ شکر زبان سے نہ نکلا۔ بلکہ ہمیشہ بُت پرستی اور زیادہ مال جمع کرنے کی حرص میں منہمک رہتا اور اگر رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اُسکے سامنے بہشت کی نعمتوں

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿١٠﴾ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿١١﴾ وَّ

منکروں پر نہیں آسان ف۱ چھوڑ دے مجھ کو اور اُس کو جس کو میں نے بنایا اکیلا ف۲ اور

جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿١٢﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿١٣﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ

دیا میں نے اُس کو مال پھیلا کر اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے ف۳ اور تیاری کردی اُس کے لئے

تَمْهِيْدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿١٦﴾

خوب تیاری ف۴ پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دُوں ف۵ ہرگز نہیں وہ ہے ہماری آیتوں کا مخالف ف۶

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿١٧﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾

اب اُس سے چڑھواؤنگا بڑی چڑھائی ف۷ اُس نے فکر کیا اور دل میں ٹھہرالیا سو مارا جائیو کیسا ٹھہرایا

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ

پھر مارا جائیو کیسا ٹھہرایا ف۸ پھر نگاہ کی پھر تیوری چڑھائی اور منہ تھتھایا پھر پیٹھ پھیری

وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ

اور غرور کیا پھر بولا اور کچھ نہیں یہ جادو ہے چلا آتا اور کچھ نہیں یہ کہا ہوا ہے

الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾

آدمی کا ف۹ اب اُس کو ڈالونگا آگ میں ف۱۰ اور تو کیا سمجھا کیسی ہے وہ آگ نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے ف۱۱

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا

جلا دینے والی ہے آدمیوں کو ف۱۲ اُس پر مقرر ہیں اُنیس فرشتے ف۱۳ اور ہم نے جو رکھے ہیں دوزخ پر داروغہ وہ

مَلٰۗىِٕكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ

فرشتے ہی ہیں ف۱۴ اور اُن کی جو گنتی رکھی ہے سو جانچنے کو منکروں کے ف۱۵ تاکہ یقین کرلیں

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ

وہ لوگ جن کو ملی ہے کتاب اور بڑھے ایمانداروں کا ایمان اور دھوکا نہ کھائیں جن کو

اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ

ملی ہے کتاب اور مسلمان ف۱۶ اور تاکہ کہیں وہ لوگ کہ جن کے دل میں روگ ہے اور

کا ذکر فرماتے تو کہتا تھا اگر یہ شخص اپنے بیان میں سچّا ہے تو یقین کامل ہے کہ وہاں کی نعمتیں بھی مجھے ہی ملیں گی۔ اُس کو فرماتے ہیں کہ باوجود اس قدر ناشکری اور حق ناشناسی کے یہ بھی توقع رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو دنیا وآخرت کی نعمتیں اور زیادہ دیگا۔

ف۶ یعنی جب وہ منعم حقیقی کی آیتوں کا مخالف ہے تو اُسے ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ ایسی توقع باندھے اور خیالی پلاؤ پکائے۔ کہتے ہیں کہ ان آیات کے نزول کے بعد پے بہ پے اُس کے مال واسباب میں نقصان ہونا شروع ہوا۔ آخر فقیر ہو کر ذلت کے ساتھ مر گیا۔

ف۷ یعنی ابھی اُس کو بہت بڑی چڑھائی چڑھنا اور سخت ترین مصائب میں گرفتار ہونا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ "صعود" دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس پر کافر کو ہمیشہ چڑھائینگے اور گرائینگے یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے (تنبیہ) ولید ایک بار آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے قرآن پڑھ کر سنایا۔ جس سے کسی قدر متاثر ہوا مگر ابوجہل نے اُس کو ورغلایا اور قریش میں چرچا ہونے لگا کہ اگر ولید مسلمان ہو گیا تو بڑی خرابی ہوگی۔ غرض سب جمع ہوئے اور آپؐ کے بارے میں گفتگو ہوئی کسی نے کہا شاعر ہیں کسی نے کاہن بتلایا ولید بولا کہ میں شعر میں خود بڑا ماہر ہوں اور کاہنوں کی باتیں بھی سب سُنی ہیں، قرآن نہ شعر ہے نہ کہانت۔ لوگوں نے کہا کہ آخر تیری کیا رائے ہے کہنے لگا ذرا سوچ لُوں۔ آخر تیوری بدل کر اور منہ بنا کر کہا کچھ نہیں جادو ہے جو بابل والوں سے نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ حالانکہ پیشتر قرآن سُن کر کہہ چکا تھا کہ یہ سحر بھی نہیں نہ دیوانے کی بڑ معلوم ہوتی ہے بلکہ اللہ کا کلام ہے مگر محض برادری کو خوش کرنے کے لئے اب یہ بات بنادی۔ آگے اسی گفتگو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ف۸ یعنی بدبخت نے دل میں سوچ کر ایک بات تجویز کی کہ قرآن جادو ہے۔ خدا غارت کرے کیسی مہمل تجویز کی پھر خدا غارت کرے کہ اپنی قوم کے جذبات کے لحاظ سے کیسی برمحل تجویز نکالی جس کو سُن کر سب خوش ہو جائیں۔

ف۹ یعنی مجمع پر نگاہ ڈالی پھر خوب منہ بنایا تا دیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت کراہت اور انقباض ہے پھر پیٹھ پھیر لی گویا بہت ہی قابل نفرت چیز کے متعلق کچھ بیان کرنا ہے حالانکہ اس سے قبل اس کی حقانیت کا اقرار کر چکا تھا۔ اب برادری کی خوشنودی کے لئے اس سے پھر گیا۔ آخر نہایت غرور وتکبر کے انداز میں کہنے لگا بس اور کچھ نہیں یہ جادُو ہے جو پہلوں سے نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ اور یقیناً یہ آدمی کا کلام ہے جو جادو بنکر باپ کو بیٹے سے، میاں کو بیوی سے، اور دوست کو دوست سے جُدا کر دیتا ہے۔

ف۱۰ یعنی عنقریب اس کو آگ میں ڈال کر عناد وتکبّر کا مزہ چکھاؤنگا۔ ف۱۱ یعنی دوزخیوں کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دیگی جو جلنے سے بچ جائے۔ پھر جلانے کے بعد اُس حالت پر بھی نہ چھوڑیگی بلکہ دوبارہ اصلی حالت پر لوٹائے جائینگے اور جلیں گے۔ یہی سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا۔ (العیاذ باللہ) (تنبیہ) اکثر سلف سے یہی معنی منقول ہیں۔ بعض مفسّرین نے دوسری طرح توجیہ کی ہے۔ ف۱۲ یعنی بدن کی کھال جھلس کر حیثیت بگاڑ دیگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جیسے دہکتا لوہا سُرخ نظر آتا ہے آدمی کی پنڈلی پر وہ سُرخی نظر آئے گی"۔
ف۱۳ یعنی دوزخ کے انتظام پر جو فرشتوں کا لشکر ہوگا اُس کے افسر اُنیس ۱۹ فرشتے ہونگے۔ جن میں سب سے بڑے ذمہ دار کا نام "مالک" ہے (تنبیہ) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے نہایت تفصیل سے اُنیس کے عدد کی حکمتیں بیان کی ہیں جو قابل دید ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہنم میں مجرموں کو عذاب دینے کے لئے اُنیس قسم کے فرائض ہیں جن میں سے ہر فرض کی انجام دہی ایک ایک فرشتہ کی سرکردگی میں ہوگی۔ کوئی شبہ نہیں کہ فرشتہ کی طاقت بہت بڑی ہے اور ایک فرشتہ وہ کام کر سکتا ہے جو لاکھوں آدمی مل کر نہیں کر سکتے۔ لیکن یاد رہے کہ ہر فرشتہ کی یہ قوت اُسی دائرہ میں محدود ہے جس میں کام کرنے کے لئے وہ مامُور ہوا ہے۔ مثلاً ملک الموت لاکھوں آدمیوں کی جان ایک آن میں نکال سکتا ہے مگر عورت کے پیٹ میں ایک بچّہ کے اندر جان نہیں ڈال سکتا حضرت جبریل چشم زدن میں وحی لا سکتے ہیں لیکن پانی برسانا اُن کا کام نہیں۔ جس طرح کان دیکھ نہیں سکتا آنکھ سُن نہیں سکتی۔ اگرچہ اپنی قسم کے کام کتنے ہی سخت ہوں کر سکتے ہیں مثلاً کان

(باقی بر صفحہ ۷۶۵)

الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ
منکر ف١ کیا غرض تھی اللہ کو اس مثل سے ف٢ یوں بچلاتا ہے اللہ جس کو چاہے

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا
اور راہ دیتا ہے جس کو چاہے ف٣ اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر کو مگر خود وہی ف٤ اور وہ تو سمجھانا

ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (٣١) كَلَّا وَالْقَمَرِ (٣٢) وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ (٣٣) وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ (٣٤)
ہے لوگوں کے واسطے ف٥ سچ کہتا ہوں اور قسم ہے چاند کی، اور رات کی جب پیٹھ پھیرے، اور صبح کی جب روشن ہووے

اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ (٣٥) نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ (٣٦) لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ
وہ ایک ہے بڑی چیزوں میں کی ف٦ ڈرانے والی ہے لوگوں کو جو کوئی چاہے تم میں سے کہ آگے بڑھے

اَوْ يَتَاَخَّرَ (٣٧) كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (٣٨) اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ (٣٩)
یا پیچھے رہے ف٧ ہر ایک جی اپنے کئے کاموں میں پھنسا ہوا ہے مگر داہنی طرف والے

فِيْ جَنّٰتٍ ؕ يَتَسَآءَلُوْنَ (٤٠) عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ (٤١) مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (٤٢)
باغوں میں ہیں مل کر پوچھتے ہیں گنہگاروں کا حال ف٨ تم کاہے سے جا پڑے دوزخ میں ف٩

قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (٤٣) وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (٤٤) وَكُنَّا نَخُوْضُ
وہ بولے ہم نہ تھے نماز پڑھتے اور نہ تھے کھانا کھلاتے محتاج کو اور ہم تھے باتوں میں دھنستے

مَعَ الْخَآئِضِيْنَ (٤٥) وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (٤٦) حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ (٤٧)
دھنسنے والوں کے ساتھ اور ہم تھے جھٹلاتے انصاف کے دن کو یہاں تک کہ آپہنچی ہم پر وہ یقینی بات ف١٠

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ (٤٨) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ
پھر کام نہ آئیگی اُن کے سفارش سفارش کرنیوالوں کی ف١١ پھر کیا ہوا ہے اُن کو کہ نصیحت سے

مُعْرِضِيْنَ (٤٩) كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (٥٠) فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (٥١)
منہ موڑتے ہیں ف١٢ گویا کہ وہ گدھے ہیں بدکنے والے بھاگے ہیں غُل مچانے سے ف١٣

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً (٥٢) كَلَّا ؕ بَلْ
بلکہ چاہتا ہے ہر ایک مرد اُن میں کا کہ ملیں اُس کو ورق کھلے ہوئے ف١٤ ہرگز نہیں ف١٥ پر

بقیہ فوائد صفحہ ٧٦٤ ہو سکتا ہے کہ ہزاروں آوازیں سُن لے اور نہ تھکے، آنکھ ہزاروں رنگ دیکھ لے اور عاجز نہ ہو۔ اسی طرح اگر ایک فرشتہ عذاب کے واسطے دوزخیوں پر مقرر ہوتا اُس سے ایک ہی قسم کا عذاب دوزخیوں پر ہو سکتا تھا۔ دوسری قسم کا عذاب جو اُس کے دائرۂ استعداد سے باہر ہے ممکن نہ تھا اس لئے اُنیس قسم کے عذابوں کے لئے (جن کی تفصیل تفسیر عزیزی میں ہے) اُنیس ذمہ دار فرشتے مقرر ہوئے ہیں۔ علماء نے اس عدد کی حکمتوں پر بہت کچھ کلام کیا ہے مگر احقر کے نزدیک حضرت شاہ صاحبؒ کا کلام بہت عمیق و لطیف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف١٤ اُنیس کا عدد سُن کر مشرکین ٹھٹھا کرنے لگے کہ ہم ہزاروں ہیں۔ اُنیس ہمارا کیا کریں گے۔ بہت ہوا ہم میں سے دس دس اُن کے ایک ایک کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں گے۔ ایک پہلوان بولا کہ سترہ کو تو میں اکیلا کافی ہوں، دو کا تو تم مل کر تیا پانچا کر لینا۔ اُس پر یہ آیت اُتری۔ یعنی وہ اُنیس تو ہیں مگر آدمی نہیں فرشتہ ہیں۔ جن کی قوت کا یہ حال ہے کہ ایک فرشتہ نے قوم لُوط کی ساری بستی کو ایک بازو پر اُٹھا کر پٹک دیا تھا۔

ف١٥ یعنی کافروں کو عذاب دینے کے لئے اُنیس کی گنتی خاص حکمت سے رکھی ہے جس کی طرف "علیہا تسعۃ عشر" کے فائدہ میں اشارہ کیا جا چکا ہے اور اس گنتی کے بیان کرنے میں منکروں کی جانچ ہے۔ دیکھتے ہیں کہ کون اس کو سُن کر ڈرتا ہے اور کون ہنسی مذاق اُڑاتا ہے۔

ف١٦ اہل کتاب کو پہلے سے یہ عدد معلوم ہو گا جیسا کہ ترمذی کی ایک روایت میں ہے یا کم از کم کتب سماویہ کے ذریعہ اتنا تو جانتے تھے کہ فرشتوں میں کس قدر طاقت ہے۔ اُنیس بھی تھوڑے نہیں۔ اور یہ کہ انواعِ تعذیب کے اعتبار سے مختلف فرشتے دوزخ پر مامور ہونے چاہئیں یہ کام تنہا ایک کا نہیں بہرحال اس بیان سے اہل کتاب کے دلوں میں قرآن کی حقیت کا یقین پیدا ہو گا۔ اور یہ دیکھ کر مؤمنین کا ایمان بڑھے گا اور ان دونوں جماعتوں کو قرآن کے بیان میں کوئی شک و تردد نہیں رہیگا۔ نہ مشرکین کے استہزاء و تمسخر سے وہ کچھ دھوکا کھائینگے۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف١ "الذین فی قلوبهم مرض" سے منافقین یا ضعیف الایمان مُراد ہیں اور "الکافرون" سے کھلے ہوئے منکر۔

ف٢ یعنی اُنیس کے بیان سے کیا غرض تھی۔ بھلا ایسی بے تُکی اور غیر موزوں بات کو کون مان سکتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

ف٣ یعنی ایک ہی چیز سے بد استعداد آدمی گمراہ ہو جاتا ہے اور سلیم الطبع راہ پا لیتا ہے جسے ماننا مقصود نہ ہو وہ کام کی بات کو ہنسی مذاق میں اُڑا دیتا ہے اور جس کے دل میں خوفِ خدا اور نورِ توفیق ہو اس کے ایمان و یقین میں ترقی ہوتی ہے۔

ف٤ یعنی اللہ کے بیشمار لشکروں کی تعداد اُسی کو معلوم ہے۔ اُنیس تو صرف کارکنانِ جہنم کے افسر بتلائے ہیں۔

ف٥ یعنی دوزخ کا ذکر صرف عبرت و نصیحت کے لئے ہے کہ اُس کا حال سُن کر لوگ غضب الٰہی سے ڈریں اور نافرمانی سے باز آئیں۔

ف٦ یعنی جو بڑی بڑی ہولناک اور عظیم الشان چیزیں ظاہر ہونیوالی ہیں دوزخ اُن میں کی ایک چیز ہے۔

ف٧ آگے بڑھے نیکی یا بہشت کی طرف اور پیچھے رہے بدی میں پھنسا ہوا یا دوزخ میں پڑا ہوا۔ بہرحال مقصود یہ ہے کہ دوزخ سب مکلفین کے حق میں بڑے ڈراوے کی چیز ہے اور چونکہ اس ڈرانے کے عواقب و نتائج قیامت میں ظاہر ہونگے۔ اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی جو قیامت کے بہت ہی مناسب ہے چنانچہ چاند کا اوّل بڑھنا پھر گھٹنا نمونہ ہے اس عالم کے نشو و نما اور اضمحلال و فنا کا اسی طرح اس عالمِ دنیا کو عالمِ آخرت کے ساتھ حقائق کے اختفاء و انکشاف میں ایسی نسبت ہے جیسے رات کو دن کے ساتھ۔ گویا اس عالم کا ختم ہو جانا رات کے گذر جانے اور اس عالم کا ظہور نورِ صبح کے پھیل جانے کے مشابہ ہے۔ واللہ اعلم۔

ف٨ یعنی جو لوگ میثاق کے دن حضرت آدمؑ کی پشت سے داہنی طرف سے نکلے تھے اور دنیا میں بھی سیدھی چال چلتے رہے اور موقف میں بھی عرش کے داہنی طرف جدھر بہشت ہے کھڑے ہوئے اور اُسی طرف روانہ ہوئے اور اُنکے نامۂ اعمال بھی داہنے ہاتھ میں آئے وہ لوگ البتہ قید میں پھنسے ہوئے نہیں بلکہ جنت کے باغوں میں آزاد ہیں اور نہایت بے فکر اور فارغ البال ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے یا فرشتوں سے گنہگاروں کا حال پوچھتے ہیں کہ وہ لوگ کہاں گئے جو نظر نہیں پڑتے۔

ف٩ یعنی جب سُنینگے کہ گنہگاروں کو دوزخ میں داخل کیا گیا ہے، تب اُن گنہگاروں کی طرف متوجہ ہو کر یہ سوال کرینگے کہ باوجود عقل و دانائی کے تم اس دوزخ کی آگ میں کیسے آپڑے۔

ف١٠ یعنی نہ اللہ کا حق پہچانا نہ بندوں کی خبر لی۔ البتہ دوسرے لوگوں کی طرح حق کے خلاف بحثیں کرتے رہے اور بد صحبتوں میں رہ کر شکوک و شبہات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم کو یقین نہ ہوا کہ انصاف کا دن بھی آنیوالا ہے ہمیشہ اس بات کو جھٹلایا کیے یہاں تک کہ موت کی گھڑی سر پر آن پہنچی اور آنکھوں سے دیکھ کر اُن باتوں کا یقین حاصل ہوا جن کی تکذیب کیا کرتے تھے۔

ف١١ کافر کے حق میں کوئی سفارش نہ کریگا اور کریگا تو قبول نہ ہوگی۔

ف١٢ یعنی یہ مصیبتیں سامنے ہیں مگر نصیحت سُن کر ٹس سے مَس نہیں ہوتے بلکہ سُننا بھی نہیں چاہتے۔

ف١٣ یعنی حق کا شور و غل اور شیرانِ خدا کی آوازیں سُن کر جنگلی گدھوں کی طرح بھاگے جاتے ہیں۔

ف١٤ یعنی پیغمبر کی بات ماننا نہیں چاہتے۔ بلکہ اُن میں ہر شخص کی آرزو یہ ہے کہ خود اُس پر اللہ کے کھلے ہوئے صحیفے اُتریں اور پیغمبر بنایا جائے "حتیٰ نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ" (انعام رکوع ١٥) یا یہ کہ اُن میں سے ہر ایک کے پاس براہِ راست ایک نوشتہ خدا کی طرف سے آئے جس میں محمد صلعم کے اتباع کا حکم دیا گیا ہو "حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ" (بنی اسرائیل۔ رکوع ١٠)

ف١٥ یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ اُن میں لیاقت نہ اُس کی صلاحیت۔

لَا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝٥٣ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝٥٤ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝٥٥ وَمَا

وہ ڈرتے نہیں آخرت سے ف١ کوئی نہیں یہ تو نصیحت ہے ف٢ پھر جو کوئی چاہے اُس کو یاد کرے ف٣ اور

يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝٥٦ ع

وہ یاد جبھی کریں کہ چاہے اللہ ف٤ وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیئے اور وہی ہے بخشنے کے لائق ف٥

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ قیامت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝١ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝٢ اَيَحْسَبُ

قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ف٦ اور قسم کھاتا ہوں جی کی کہ جو ملامت کرے بُرائی پر ف٧ کیا خیال رکھتا

الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝٣ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ

ہے آدمی کہ جمع نہ کریں گے ہم اُس کی ہڈیاں ف٨ کیوں نہیں ہم ٹھیک کر سکتے ہیں اُس کی

بَنَانَهٗ ۝٤ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝٥ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ

پوریاں ف٩ بلکہ چاہتا ہے آدمی کہ ڈھٹائی کرے اُس کے سامنے پوچھتا ہے کب ہوگا دن

الْقِيٰمَةِ ۝٦ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝٧ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝٨ وَجُمِعَ الشَّمْسُ

قیامت کا ف١٠ پھر جب چندھیانے لگے آنکھ ف١١ اور گہ جائے چاند ف١٢ اور اکٹھے ہوں سورج

وَالْقَمَرُ ۝٩ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝١٠ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝١١

اور چاند ف١٣ کہے گا آدمی اُس دن کہاں چلا جاؤں بھاگ کر، کوئی نہیں کہیں نہیں ہے

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمُسْتَقَرُّ ۝١٢ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ ۢ بِمَا قَدَّمَ

بچاؤ، تیرے رب تک ہے اُس دن جا ٹھہرنا ف١٤ جتلا دیں گے انسان کو اُس دن جو اُس نے آگے بھیجا

وَاَخَّرَ ۝١٣ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝١٤ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝١٥

اور پیچھے چھوڑا ف١٥ بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ دلیل ہے اور پڑا لا ڈالے اپنے بہانے ف١٦

ع ٢ ٢٥ ١٦

ف١ یعنی یہ بیہودہ درخواستیں بھی کچھ اسلئے نہیں کہ ایسا کر دیا جائے تو واقعی مان جائینگے بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے اس لئے حق کی طلب نہیں، اور یہ درخواستیں محض تعنّت سے ہیں۔ اگر یہ درخواستیں بالفرض پوری کر دیجائیں تب بھی اتباع نہ کریں۔ کما قال تعالیٰ "ولو نزلنا علیك کتابًا فی قرطاسٍ فلمسوہ بایدیھم لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحرٌ مبین" (انعام۔ رکوع ١) ف٢ یعنی ہر ایک کو الگ الگ کتاب دیجائے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک کتاب (قرآن کریم) ہی نصیحت کے لئے کافی ہے۔

ف٣ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی (یہ کتاب) ایک پر اُتری تو کیا ہوا، کام تو سب کے آتی ہے"۔ ف٤ اور اللہ کا چاہنا نہ چاہنا سب حکمتوں پر مبنی ہے جن کا احاطہ کوئی بشر نہیں کر سکتا۔ وہی ہر شخص کی استعداد و لیاقت کو کماحقہٗ جانتا ہے۔ اور اُس کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ ف٥ یعنی آدمی کتنا ہی گناہ کرے لیکن پھر جب تقویٰ کی راہ چلیگا اور اُس سے ڈریگا، وہ اُس کے سب گناہ بخش دیگا، اور اُس کی توبہ کو قبول کریگا۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر بطور حاشیہ منہیہ کے، ایک عبارت اس آیت کی تلاوت کے بعد نقل فرمائی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں "قال ربکم عزّ وجلّ انا اھلٌ ان اتقی فلا یشرك بی شیٌٔ فاذا اتقانی العبد فانا اھل ان اغفرلہٗ" یعنی میں اس کے لائق ہوں کہ بندہ مجھ سے ڈرے اور میرے ساتھ کسی کو کسی کام میں شریک نہ کرے، پھر جب بندہ مجھ سے ڈرا اور شرک سے پاک ہوا، تو میری شان یہ ہے کہ میں اُسکے گناہوں کو بخش دوں"۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے ہم کو توحید و ایمان پر ہمیشہ قائم رکھے۔ اور اپنی مہربانی سے ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ آمین۔

تم سورۃ المدثر وللہ الحمد والمنۃ

ف٦ یعنی قیامت کا دن جس کا ممکن ہونا عقل سے اور متیقن الوقوع ہونا ایسے مخبر صادق کی خبر سے ثابت ہو چکا ہے جس کے صدق پر دلائل قطعیہ قائم ہیں اُس کی قسم کھاتا ہوں کہ تم یقینًا مرے پیچھے اُٹھائے جاؤ گے اور ضرور بھلے بُرے کا حساب ہوگا۔ (تنبیہ) واضح ہو کہ دنیا میں کئی قسم کی چیزیں ہیں جن کی قسم لوگ کھاتے ہیں، اپنے معبود کی، کسی معظم و محترم ہستی کی، کسی مہتم بالشان چیز کی، کسی محبوب یا نادر شئے کی، اُس کی خوبی یا نُدرت جتانے کے لئے، جیسے کہتے ہیں کہ فلاں کی قسمت کی قسم کھائیے۔ پھر بُلغاء یہ بھی رعایت کرتے ہیں کہ مقسم بہ مقسم علیہ کے مناسب ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ مقسم بہ کو مقسم علیہ کے لئے شاہد ہی گردانا جائے۔ جیسے ذوق نے کہا ہے ؎

آتا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں ‏ سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا

یہاں اپنے سر کے نہ اٹھ سکنے پر محبوب کے سر کی قسم کھانا کس قدر موزوں ہے، شریعت حقہ نے غیر اللہ کی قسم کھانا بندوں کے لئے حرام کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان بندوں سے جُداگانہ ہے۔ وہ اپنے غیر کی قسم کھاتا ہے اور عمومًا اُن چیزوں کی جو اُس کے نزدیک محبوب یا نافع یا وقیع و مہتم بالشان ہوں، یا مقسم علیہ کے لئے بطور شاہد و حجت کے کام دے سکیں یہاں یوم قیامت کی قسم اُس کے نہایت وقیع و مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے ہے اور جس مضمون پر قسم کھائی ہے اس سے مناسبت ظاہر ہے کیونکہ بعث و مجازات کا ظرف ہی یوم قیامت ہے۔ واللہ اعلم

ف٧ محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہے لیکن اسکی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہو گئے ہیں۔ اگر نفس عالم علوی کی طرف مائل ہوا اور اللہ کی عبادت و فرمانبرداری میں اس کو خوشی حاصل ہوئی اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کیا اُس نفس کو "مطمئنہ" کہتے ہیں "یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ" (الفجر) اور اگر عالم سفلی کی طرف جھک پڑا اور دنیا کی لذات و خواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت کی اور شریعت کی پیروی سے بھاگا اُس کو "نفس امّارہ" کہتے ہیں کیونکہ وہ آدمی کو بُرائی کا حکم کرتا ہے۔ "وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی" (یوسف۔ رکوع ٧) اور اگر کبھی عالم سفلی کی طرف جھکتا اور شہوت و غضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی عالم علوی کی طرف مائل ہو کر اُن چیزوں کو بُرا جانتا ہے اور اُن سے دُور بھاگتا ہے اور کوئی بُرائی یا کوتاہی ہو جانے پر شرمندہ ہو کر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے اُس کو "نفس لوّامہ" کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "آدمی کا جی اول کھیل میں اور مزوں میں غرق ہوتا ہے ہرگز نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ ایسے جی کو "امّارہ بالسّوء" کہتے ہیں۔ پھر ہوش پکڑا نیک و بد سمجھا تو باز آیا کبھی (غفلت ہوئی تو) اپنی خو پر دوڑ پڑا پیچھے کچھ سمجھ آئی تو اپنے کئے پر پچھتانے اور ملامت کرنے لگا۔ ایسا نفس (جی) "لوّامہ" کہلاتا ہے۔ پھر جب پورا سنور گیا، دل سے رغبت نیکی ہی پر ہو گئی بیہودہ کام سے خود بخود بھاگنے لگا اور بدی کے ارتکاب بلکہ تصور سے تکلیف پہنچنے لگی وہ نفس "مطمئنہ" ہو گیا"۔ اھ بتغییر یسیر۔ یہاں نفس لوّامہ کی قسم کھا کر اشارہ فرما دیا کہ اگر فطرت صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں بُرائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے یہی چیز ہے جو اپنی اعلیٰ و اکمل ترین صورت میں قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔ ف٨ یعنی یہ خیال ہے کہ ہڈیوں تک کا چُورا ہو گیا اور اُن کے ریزے مٹی وغیرہ کے ذرات میں جا ملے۔ بھلا اب کس طرح اکٹھے کر کے جوڑ دیئے جائینگے؟ یہ چیز تو محال معلوم ہوتی ہے۔ ف٩ یعنی ہم تو انگلیوں کی پوریاں بھی درست کر سکتے ہیں اور پوریوں کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ یہ اطراف بدن ہیں اور ہر چیز کے بننے کی تکمیل اُسکے اطراف پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے محاورہ میں ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ میری پور پور میں درد ہے۔ اس سے مُراد تمام بدن ہوتا ہے۔ دوسرے پوریوں میں باوجود چھوٹی ہونے کے صنعت کی رعایت زیادہ اور عادۃً یہ زیادہ دشوار اور باریک کام ہے۔ لہٰذا جو

(باقی بر صفحہ ٧٦٧)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۶۶ - اس پر قادر ہو گا وہ آسان پر بطریق اولیٰ قادر ہو گا۔ **ف** یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرتے اور دوبارہ زندہ کیے جانے کو محال جانتے ہیں اُس کا سبب یہ نہیں کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اور اللہ کی قدرت کاملہ کے دلائل و نشانات غیر واضح ہیں۔ بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں جو باقی رہ گئی ہے بالکل بیباک ہو کر فسق و فجور کرتا رہے اگر کہیں قیامت کا اقرار کر لیا اور اعمال کے حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو فسق و فجور میں اس قدر بیباکی اور ڈھٹائی اس سے نہ ہو سکے گی۔ اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا جس سے عیش منغص ہو اور لذت میں خلل پڑے۔ بلکہ استہزاء و تعنّت اور سینہ زوری سے سوال کرتا ہے کہ ہاں صاحب وہ آپ کی قیامت کب آئیگی۔ اگر واقعی آنیوالی ہے تو بقید سنہ و ماہ اُس کی تاریخ تو بتلائیے۔ **ف۱۱** یعنی حق تعالیٰ کی تجلی قہری سے جب آنکھیں چندھیانے لگیں گی اور مارے حیرت کے نگاہیں خیرہ ہو جائینگی اور سُورج بھی سر کے قریب آجائیگا۔ **ف۱۲** یعنی بے نُور ہو جائے۔ چاند کو شاید الگ اس لئے ذکر کیا کہ عرب کو بوجہ قمری حساب رکھنے کے اُس کا حال دیکھنے کا زیادہ اہتمام تھا۔ **ف۱۳** یعنی بے نُور ہونے میں دونوں شریک ہونگے۔ **ف۱۴** یعنی اب تو کہتا ہے کہ وہ دن کہاں ہے! اور اُس وقت بدحواس ہو کر کہے گا کہ آج کدھر بھاگوں اور کہاں پناہ لوں۔ ارشاد ہو گا کہ آج نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ سوال کرنے کا۔ آج کوئی طاقت تیرا بچاؤ نہیں کر سکتی، نہ پناہ دے سکتی ہے۔ آج کے دن سب کو اپنے پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا اور اُسی کی پیشی میں ٹھہرنا ہے پھر وہ جسکے حق میں جو کچھ فیصلہ کرے۔

ف۱۵ یعنی سب اگلے پچھلے اعمال نیک ہوں یا بد، اُس کو جتلا دیئے جائینگے۔

ف۱۶ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اپنے احوال میں غور کرے تو رب کی وحدانیت جانے (اور یہ کہ سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) اور جو کہے میری سمجھ میں نہیں آتا، یہ سب بہانے ہیں"۔ لیکن اکثر مفسّرین نے اس کا تعلق "ینبؤا الانسان یومئذٍ الخ" سے رکھا ہے یعنی جتلانے پر بھی موقوف نہیں۔ انسان اپنی حالت پر خود مطلع ہو گا گو باقتضائے طبیعت وہاں بھی بہانے بنائے اور حیلے حوالے پیش لائے جیسے کفار کہینگے۔ "وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ"۔ بلکہ یہاں دنیا میں بھی وہ انسان جس کا ضمیر بالکل مسخ نہ ہو گیا ہو اپنی حالت کو خوب سمجھتا ہے۔ گو دوسروں کے سامنے حیلے بہانے بنا کر اُسکے خلاف ثابت کرنے کی کتنی ہی کوشش کرے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾

نہ چلا تو اُس کے پڑھنے پر اپنی زبان تاکہ جلدی اسکو سیکھ لے، وہ تو ہمارا ذمہ ہے اسکو جمع رکھنا تیری سینہ میں اور پڑھنا تیری زبان سے

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ

پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبانی تو ساتھ رہ اُسکے پڑھنے کے، پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اسکو کھولکر بتلانا **ف۱** کوئی نہیں پر

تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾

تم چاہتے ہو جو جلد اور چھوڑتے ہو جو دیر میں آئے **ف۲** کتنے منہ اُس دن تازہ ہیں

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ

اپنے رب کی طرف دیکھنے والے **ف۳** اور کتنے منہ اُس دن اُداس ہیں **ف۴** خیال کرتے ہیں کہ اُن پر وہ آئے

بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ

جس سے ٹوٹے کمر **ف۵** ہرگز نہیں جس وقت جان پہنچے ہانس تک **ف۶** اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا **ف۷** اور وہ سمجھا

اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ

کہ اب آیا وقت جُدائی کا **ف۸** اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی **ف۹** تیرے رب کی طرف ہے اُس دن

الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ

کھنچ کر چلا جانا **ف۱۰** پھر نہ یقین لایا اور نہ نماز پڑھی پھر جھٹلایا اور منہ موڑا پھر

ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾

گیا اپنے گھر کو اکڑتا ہوا **ف۱۱** خرابی تیری خرابی پر خرابی تیری پھر خرابی تیری خرابی پر خرابی تیری **ف۱۲**

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ

کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ چھوٹا رہیگا بے قید **ف۱۳** بھلا نہ تھا وہ ایک بوند منی کی جو

يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ

ٹپکی **ف۱۴** پھر تھا لہو جما ہوا پھر اُس نے بنایا اور ٹھیک کر اُٹھایا، پھر کیا اُس میں جوڑا نر

وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾

اور مادہ کیا یہ خدا زندہ نہیں کر سکتا مُردوں کو **ف۱۵**

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ شروع میں جس وقت حضرت جبرئیل اللہ کی طرف سے قرآن لاتے، اُن کے پڑھنے کے ساتھ حضرتؐ بھی دل میں پڑھتے جاتے تھے۔ تاکہ جلد اُسے یاد کر لیں اور سیکھ لیں مبادا جبرئیلؑ چلے جائیں اور وحی پوری طرح محفوظ نہ ہو سکے مگر اس صورت میں آپ کو سخت مشقت ہوتی تھی۔ جب تک پہلا لفظ کہیں اگلا سننے میں نہ آتا۔ اور سمجھنے میں بھی ظاہر ہے دقت پیش آتی ہو گی اُس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس وقت پڑھنے اور زبان ہلانے کی حاجت نہیں ہمہ تن متوجہ ہو کر سُننا ہی چاہیئے۔ یہ فکر مت کرو کہ یاد نہیں رہیگا۔ پھر کیسے پڑھونگا۔ اور لوگوں کو کس طرح سناؤنگا۔ اس کا تمہارے سینے میں حرف بحرف جمع کر دینا اور تمہاری زبان سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ جبرئیلؑ جس وقت ہماری طرف سے پڑھیں آپ تو خاموشی سے سنتے رہیئے۔ آگے اُس کا یاد کرانا اور اُس کے علوم و معارف کا تمہارے اُوپر کھولنا اور تمہاری زبان سے دوسروں تک پہنچانا، ان سب باتوں کے ہم ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ نے جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ پڑھنا ترک کر دیا۔ یہ بھی ایک معجزہ ہوا، کہ ساری وحی سُنتے رہے اس وقت زبان سے ایک لفظ نہ دہرایا۔ لیکن فرشتے کے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بہ لفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدون ایک زبر زیر کی تبدیلی کے فر فر سُنا دی اور سمجھا دی، یہ اس دنیا میں ایک چھوٹا سا نمونہ ہوا "ینبؤا الانسان یومئذٍ بما قدم واخر" کا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنی وحی فرشتے کے چلے جانے کے بعد پوری ترتیب کے ساتھ حرف بحرف بدون ادنیٰ فروگذاشت کے اپنے پیغمبر کے سینے میں جمع کر دے، کیا اس پر قادر نہیں کہ بندوں کے اگلے اور پچھلے اعمال جن میں سے بعض کو کر نیوالا بھی بھول گیا ہو گا سب جمع کر کے ایک وقت میں سامنے کر دے اور اُن کو خوب طرح یاد دلا دے۔ اور اسی طرح ہڈیوں کے منتشر ذرات کو سب جگہ سے اکٹھا کر کے ٹھیک پہلی ترتیب پر انسان کو از سر نو وجود عطا فرمادے۔ بیشک وہ اس پر اور اس سے کہیں زیادہ پر قادر ہے۔ **ف۲** یعنی تمہارا قیامت وغیرہ سے انکار کرنا ہرگز کسی دلیل صحیح پر مبنی نہیں، بلکہ دنیا میں انہماک اس کا سبب ہے۔ دنیا چونکہ نقد اور جلد ملنے والی چیز ہے اُسی کو تم چاہتے ہو۔ اور آخرت کو اُدھار سمجھ کر چھوڑتے ہو کہ اُس کے ملنے میں ابھی دیر ہے۔ انسان کی طبیعت میں جلد بازی داخل ہے "خلق الانسان من عجل" (انبیاء۔ رکوع ۳) فرق اتنا ہے کہ نیک لوگ پسندیدہ چیزوں کے حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں جس کی ایک مثال ابھی "لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ" میں گزری اور بدتمیز آدمی اُس چیز کو پسند کرتے ہیں جو جلد ہاتھ آئے خواہ آخر کار اُس کا نتیجہ ہلاکت ہی کیوں نہ ہو۔ **ف۳** یہ آخرت کا بیان ہوا یعنی مؤمنین کے چہرے اُس روز تر و تازہ اور ہشاش بشاش ہونگے۔ اور اُنکی آنکھیں محبوب حقیقی کے دیدار مبارک سے روشن ہونگی۔ قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا۔ گمراہ لوگ اس کے مُنکر ہیں کیونکہ یہ دولت اُنکے نصیب میں نہیں۔ اللّٰھم لا تحرمنا من ھذہ النعمۃ التی لیس فوقھا نعمۃ۔ **ف۴** یعنی پریشان اور بے رونق ہونگے۔ (باقی برصفحہ ۷۶۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۷٦۷ - **ف۵** یعنی یقین رکھتے ہیں کہ اب وہ معاملہ ہونیوالا ہے اور وہ عذاب بھگتنا ہی جو بالکل ہی کمر توڑ دیگا۔ **ف٦** یعنی آخرت کو ہرگز دُور مت سمجھو۔ اس سفر آخرت کی پہلی منزل تو موت ہے جو بالکل قریب ہے یہیں سے باقی منزلیں طے کرتے ہوئے آخری ٹھکانے پر جا پہنچوگے۔ گویا ہر آدمی کی موت اُسکے حق میں بڑی قیامت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ جہاں مریض کی رُوح سمٹ کر ہنسلی تک پہنچی اور سانس حلق میں رُکنے لگی سمجھو کہ سفر آخرت شروع ہوگیا۔ **ف۷** ایسی مایوسی کے وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کچھ نہیں چلتی جب لوگ ظاہری علاج وتدبیر سے عاجز آجاتے ہیں تو جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں کی سُوجھتی ہے۔ کہتے ہیں کہ میاں کوئی ایسا شخص ہے جو جھاڑ پھونک کرکے اس کو مرنے سے بچالے اور بعض سلف نے کہا کہ "من راق" فرشتوں کا کلام ہے جو ملک الموت کے ساتھ رُوح قبض کرنے کے وقت آتے ہیں وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ کون اس مُردے کی رُوح کو لیجائیگا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے؟ اس تقدیر پر "راق" "رقی" سے مشتق ہوگا جس کے معنی اُوپر چڑھنے کے ہیں "رقیہ" سے نہ ہوگا۔ جو افسوں کے معنی میں ہے۔ **ف۸** یعنی مرنے والا سمجھ چکا کہ تمام عزیز و اقارب اور محبوب و مالوف چیزوں سے اب اس کو جُدا ہونا ہے یا یہ مطلب کہ رُوح بدن سے جُدا ہونے والی ہے۔ **ف۹** یعنی بعض اوقات سکرات موت کی سختی سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے۔ نیز نیچے کے بدن سے رُوح کا تعلق منقطع ہونے کے بعد پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جُدا رکھنا اُس کے اختیار میں نہیں رہتا۔ اس لئے ایک پنڈلی دوسری پر بے اختیار جا گرتی ہے۔ اور بعض سلف نے کہا کہ عرب کے محاورات میں "ساق" کنایہ ہے سخت مصیبت سے۔ تو آیت کا ترجمہ یوں کیا جائیگا کہ "ملی ایک سختی دوسری سختی کے ساتھ" کیونکہ مرنیوالے کو اُس وقت دو سختیاں پیش آتی ہیں۔ پہلی سختی تو یہی دنیا سے جانا، مال و اسباب، اہل و عیال، جاہ و حشم، سب کو چھوڑنا دشمنوں کی خوشی و طعنہ زنی، اور دوستوں کے رنج و غم کا خیال آنا، اور دوسری اس سے بڑی قبر اور آخرت کے احوال کی ہے۔ جس کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی

ف۱۰ یعنی سفر آخرت کی ابتداء یہاں سے ہے۔ گویا اب بندہ اپنے رب کی طرف کھنچنا شروع ہوا۔ مگر افسوس اپنی غفلت و حماقت سے کوئی سامان سفر کا پہلے سے درست نہ کیا نہ اتنے بڑے سفر کے لئے کوئی توشہ ساتھ لیا۔

ف۱۱ یعنی بجائے سچا سمجھنے اور یقین لانے کے پیغمبروں کو جھوٹا بتلاتا رہا، اور بجائے نماز پڑھنے اور مالک کی طرف متوجہ ہونے کے ہمیشہ اُدھر سے مُنہ موڑ کر چلا۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنی اس سرکشی اور بدبختی پر اتراتا اور اکڑتا ہوا اپنے متعلقین کے پاس جاتا تھا۔ گویا کوئی بہت بڑی بہادری اور ہنرمندی کا کام کرکے آرہا ہے۔

ف۱۲ یعنی او بدبخت اب تیری کمبختی آئی، ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ اب تیرے لئے خرابی پر خرابی اور تباہی پر تباہی ہے۔ تجھ سے بڑھ کر اللہ کی نئی نئی سزاؤں کا مستحق اور کون ہوگا۔ (تنبیہ) شاید اوّل خرابی یقین نہ لانے اور نماز نہ پڑھنے پر، دوسری اُس سے بڑھ کر جھٹلانے اور منہ موڑنے پر، تیسری اور چوتھی ان دونوں امور میں سے ہر ایک کو قابل فخر سمجھنے پر ہو۔ جس کی طرف "ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی" میں اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۱۳ یعنی کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اُس کو یونہی مہمل چھوڑ دیا جائیگا؟ اور امرونہی کی کوئی قید اُس پر نہ ہوگی؟ یا مرے پیچھے اٹھایا نہ جائیگا؟ اور سب نیک و بد کا حساب نہ لینگے؟

ف۱۴ یعنی عورت کے رحم میں۔

ف۱۵ یعنی نطفہ سے جمے ہوئے خون کی شکل میں آیا پھر اللہ نے اس کی پیدائش کے سب مراتب پورے کرکے انسان بنا دیا اور تمام ظاہری اعضاء اور باطنی قوتیں ٹھیک کردیں۔ ایک نطفۂ بیجان سے انسان عاقل بن گیا۔ پھر اُسی نطفہ سے عورت اور مرد دو قسم کے آدمی پیدا کئے۔ جن میں سے ہر ایک قسم کی ظاہری و باطنی خصوصیات جُداگانہ ہیں۔ کیا وہ قادر مطلق جس نے اولاً سب کو ایسی حکمت و قدرت سے بنایا، اس پر قادر نہیں کہ دوبارہ زندہ کردے؟ "سبحانك اللّٰهمّ فبلیٰ"۔ پاک ہے تیری ذات اے خدا! کیوں نہیں، تو بیشک قادر ہے (تم سورة القیامة ولله الحمد والمنة)

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ دہر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اکتیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ﴿۱﴾

کبھی گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں کہ نہ تھا وہ کوئی چیز جو زبان پر آتی ف۱

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ

ہم نے بنایا آدمی کو ایک دو رنگی بوند سے ف۲ ہم پلٹتے رہے اسکو پھر کردیا اُسکو ہمنے

سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۲﴾ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ﴿۳﴾

سُننے والا دیکھنے والا ف۳ ہم نے اُس کو سجھائی راہ یا حق مانتا ہے اور یا ناشکری کرتا ہے ف۴

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ﴿۴﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ

ہم نے تیار کر رکھی ہیں منکروں کے واسطے زنجیریں اور طوق اور آگ دہکتی ف۵ البتہ نیک لوگ

يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿۵﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا

پیتے ہیں پیالہ جس کی ملونی ہے کافور ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں

عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٦﴾ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا

بندے اللہ کے ف٦ چلاتے ہیں وہ اُسکی نالیاں ف۷ پورا کرتے ہیں منت کو ف۸ اور ڈرتے ہیں اُس دن سے

كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿۷﴾ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا

کہ اُس کی بُرائی پھیل پڑیگی ف۹ اور کھلاتے ہیں کھانا اُس کی محبت پر محتاج کو

وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً

اور یتیم کو اور قیدی کو ف۱۰ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں سو خالص اللہ کی خوشی چاہنے کو نہ تم سے ہم چاہیں بدلہ

وَّلَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَقٰىهُمُ

اور نہ چاہیں شکر گزاری ف۱۱ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے ایک دن اُداسی والے کی سختی سے ف۱۲ پھر بچالیا ان کو

قف

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ بیشک انسان پر ایک وقت گزر چکا ہے جب اُس کا کچھ نام و نشان نہ تھا پھر کتنے ہی دَور طے کرکے نطفہ کی شکل میں آیا۔ وہ حالت بھی اس کی موجودہ شرافت و کرامت کو دیکھتے ہوئے اس قابل نہیں کہ زبان پر لائی جائے۔ **ف۲** یعنی مرد اور عورت کے دو رنگے پانی سے پیدا کیا۔ (تنبیہ) "امشاج" کے معنی مخلوط کے ہیں نطفہ جن غذاؤں کا خلاصہ ہے وہ مختلف چیزوں سے مرکب ہوتی ہیں اس لئے عورت کے پانی سے قطع نظر کرکے بھی اس کو "امشاج" کہہ سکتے ہیں۔ **ف۳** یعنی نطفہ سے جما ہوا خون، پھر اُس سے گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ اسی طرح کئی طرح کے اُلٹ پھیر کرنے کے بعد اس درجہ میں پہنچا دیا کہ اب وہ کانوں سے سنتا اور آنکھوں سے دیکھتا ہے اور ان قوتوں سے وہ کام لیتا ہے جو کوئی دوسرا حیوان نہیں لے سکتا۔ گویا اور سب اس کے سامنے بہرے اور اندھے ہیں (تنبیہ) "نبتلیه" کے معنی اکثر مفسرین نے امتحان و آزمائش کے لئے ہیں یعنی آدمی کا بنانا اُس غرض سے تھا کہ اُس کو احکام کا مکلف اور امرونہی کا مخاطب بناکر امتحان لیا جائے اور دیکھا جائے کہ کہاں تک مالک کے احکام کی تعمیل میں وفاداری دکھلاتا ہے۔ اسی لئے اُس کو سننے، دیکھنے، اور سمجھنے کی وہ قوتیں دی گئیں جن پر تکلیف شرعی کا مدار ہے۔ **ف۴** یعنی اولاً اصل فطرت اور پیدائشی عقل و فہم سے پھر دلائل عقلیہ و نقلیہ سے نیکی کی راہ سجھائی جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ سب انسان ایک راہ پر چلتے لیکن گرد و پیش کے

(باقی صفحہ ۷٦۹ پر)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۶۸ - حالات اور خارجی عوارض سے متاثر ہو کر سب ایک راہ پر نہ رہے بعض نے اللہ کو مانا اور اُس کا حق پہچانا، اور بعض نے ناشکری اور ناحق کوشی پر کمر باندھ لی۔ آگے دونوں کا انجام مذکور ہے۔ **ف۵** یعنی جو لوگ رسم و رواج اور اوہام و ظنون کی زنجیروں میں جکڑے رہے اور غیر اللہ کی حکومت و اقتدار کے طوق اپنے گلوں سے نہ نکال سکے۔ بلکہ حق و حاملین حق کے خلاف دشمنی اور لڑائی کی آگ بھڑکانے میں عمریں گذار دیں کبھی بھول کر اللہ کی نعمتوں کو یاد نہ کیا۔ نہ اُس کی سچی فرمانبرداری کا خیال دل میں لائے۔ اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دوزخ کے طوق و سلاسل اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ **ف۶** یعنی جام شراب پئیں گے جس میں تھوڑا سا کافور ملایا جائیگا۔ یہ کافور دنیا کا نہیں بلکہ جنت کا ایک خاص چشمہ ہے جو خاص طور پر اللہ کے مقرب و مخصوص بندوں کو ملے گا۔ شاید اُس کو ٹھنڈا، خوشبودار، مفرح اور سفید رنگ ہونے کی وجہ سے کافور کہتے ہونگے۔ **ف۷** یعنی وہ چشمہ اُن بندوں کے اختیار میں ہوگا جدھر اشارہ کریں گے اسی طرف کو اُس کی نالی بہنے لگیگی بعض کہتے ہیں کہ اُس کا اصل منبع حضور پُرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر میں ہوگا۔ وہاں سے سب انبیاء و مؤمنین کے مکانوں تک اُس کی نالیاں پہنچائی جائینگی۔ واللہ اعلم۔ آگے ابرار کی خصلتیں بیان فرمائی ہیں۔ **ف۸** یعنی جو منت مانی ہو اُسے پورا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب خود اپنی لازم کی ہوئی چیز کو پورا کرینگے تو اللہ کی لازم کی ہوئی باتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا
اللہ نے بُرائی سے اُس دن کی — اور ملادی اُن کو تازگی — اور خوش وقتی ف۱ — اور بدلہ دیا اُن کو اُن کے

صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ
صبر پر — باغ — اور پوشاک ریشمی ف۲ — تکیہ لگائے بیٹھیں اُس میں تختوں کے اُوپر ف۳ — نہیں دیکھتے

فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ
وہاں — دُھوپ — اور نہ ٹھرف۴ — اور جھک رہیں اُن پر — اُسکی چھائیں — اور پست کر رکھے ہیں

قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ
اُس کے گچھے — لٹکا کر ف۵ — اور لوگ لئے پھرتے ہیں اُن کے پاس برتن چاندی کے — اور آبخورے

كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَ
جو ہو رہے ہیں شیشے کے — شیشے ہیں — چاندی کے ف۶ — ماپ رکھا ہے اُن کا ماپ ف۷ — اور

يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى
اُن کو وہاں پلاتے ہیں پیالے — جس کی ملونی ہے — سونٹھ ف۸ — ایک چشمہ ہے اُس میں اُس کا نام کہتے ہیں

سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ
سلسبیل ف۹ — اور پھرتے ہیں اُن کے پاس — لڑکے — سدا رہنے والے ف۱۰ — جب تو اُن کو دیکھے

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا
خیال کرے کہ موتی ہیں — بکھرے ہوئے ف۱۱ — اور جب تو دیکھے وہاں — تو دیکھے — نعمت — اور سلطنت

كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ
بڑی ف۱۲ — اُوپر کی پوشاک اُن کی کپڑے ہیں باریک ریشم کے سبز — اور گاڑھے ف۱۳ — اور اُن کو پہنائے جائینگے

مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ
کنگن چاندی کے ف۱۴ — اور پلائے انکو اُن کا رب — شراب جو پاک کرے دل کو ف۱۵ — یہ — ہے

لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ
تمہارا بدلہ — اور کمائی — تمہاری ٹھکانے لگی ف۱۶ — ہم نے — اُتارا — تجھ پر

ع ۱ ۲۲ ۱۹

ف۹ یعنی اُس دن کی سختی اور بُرائی درجہ بدرجہ سب کو عام ہوگی۔ کوئی شخص بالکلیہ محفوظ نہ رہیگا۔ "اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ"۔

ف۱۰ یعنی اللہ کی محبت کے جوش میں اپنا کھانا باوجود خواہش اور احتیاج کے نہایت شوق اور خلوص سے مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں۔ (**تنبیہ**) قیدی عام ہے مسلم ہو یا کافر۔ حدیث میں ہے کہ "بدر" کے قیدیوں کے متعلق حضورؐ نے حکم دیا کہ جس مسلمان کے پاس کوئی قیدی رہے اُس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ چنانچہ صحابہ اس حکم کی تعمیل میں قیدیوں کو اپنے سے بہتر کھانا کھلاتے تھے حالانکہ وہ قیدی مسلمان نہ تھے۔ مسلمان بھائی کا حق تو اس سے بھی زیادہ ہے، اور اگر لفظ "اسیر" میں ذرا توسّع کر لیا جائے تب تو یہ آیت غلام اور مدیون کو بھی شامل ہو سکتی ہے کہ وہ بھی ایک طرح سے قید میں ہیں۔

ف۱۱ یہ کھلانے والے زبانِ حال سے کہتے ہیں اور کہیں مصلحت ہو تو زبانِ قال سے بھی کہہ سکتے ہیں۔

ف۱۲ یعنی کیوں نہ کھلائیں اور کھلانے کے بعد کیونکر بدلہ یا شکریہ کے اُمیدوار رہیں جب کہ ہم کو اپنے پروردگار کا اور اُس دن کا خوف لگا ہوا ہے جو بہت سخت اُداس اور غصّہ سے چیں بجبیں ہوگا۔ ہم تو خلاص کے ساتھ کھلانے پلانے کے بعد بھی ڈرتے ہیں کہ دیکھئے ہمارا عمل مقبول ہوا یا نہیں۔ مبادا اخلاص وغیرہ میں کمی رہ گئی ہو اور الٹا مُنہ پر مارا جائے۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی جس چیز سے وہ ڈرتے تھے۔ اللہ نے اس سے محفوظ و مامون رکھا۔ اور اُن کے چہروں کو تازگی اور دلوں کو سرور عطا کیا۔

ف۲ یعنی ازبسکہ یہ لوگ دنیا کی تنگیوں اور سختیوں پر صبر کر کے معاصی سے رُکے اور طاعت پر جمے رہے تھے۔ اس لئے اللہ نے اُن کو عیش کرنے کے لئے جنت کے باغ اور لباسہائے فاخرہ مرحمت فرمائے۔

ف۳ بادشاہوں کی طرح۔

ف۴ یعنی جنت کا موسم نہایت معتدل ہوگا نہ گرمی کی تکلیف نہ سردی کی۔

ف۵ یعنی درختوں کی شاخیں مع اپنے پھول پھل وغیرہ کے اُن پر جھکی پڑتی ہونگی اور پھلوں کے خوشے ایسی طرح لٹکے ہونگے اور اُن کے قبضہ میں کر دیئے جائینگے کہ جنتی جس حالت میں چاہے کھڑے بیٹھے، لیٹے بے تکلف چُن سکے (**تنبیہ**) شاید درختوں کی شاخوں کو یہاں ظلال سے تعبیر فرمایا ہے یا واقعی سایہ ہو۔ کیونکہ آفتاب کی دُھوپ نہ سہی، کوئی دوسری قسم کا نُور تو وہاں ضرور ہوگا۔ اُس کے سایہ میں بہشتی تفنّن و تفریح کی غرض سے کبھی بیٹھنا چاہینگے۔ واللہ اعلم۔ **ف۶** یعنی آبخورے اصل میں چاندی کے بنے ہونگے نہایت سفید، بے داغ اور فرحت بخش، لیکن صاف و شفاف اور چمکدار ہونے میں شیشے کی طرح معلوم ہونگے۔ اُن کے اندر کی چیز باہر سے صاف نظر آئیگی۔ **ف۷** یعنی جنتی کو جس قدر پینے کی خواہش ہوگی ٹھیک اُس کے اندازے کے موافق بھرے ہونگے کہ نہ کمی رہے نہ بچے۔ یا بہشتیوں نے اپنے دل سے جیسا اندازہ کر لیا ہوگا بلا کم و کاست اُسی کے موافق آئینگے۔ **ف۸** یعنی ایک جام شراب وہ تھا جس کی ملونی کافور ہے۔ دوسرا وہ ہوگا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ مگر یہ دنیا کی سونٹھ نہ سمجھئے وہ ایک چشمہ ہے جنت میں جس کو سلسبیل کہتے ہیں۔ سونٹھ کی تاثیر گرم ہے اور وہ حرارت غریزیہ میں انتعاش پیدا کرتی ہے۔ عرب کے لوگ اس کو بہت پسند کرتے تھے۔ بہرحال کسی خاص مناسبت سے اُس چشمہ کو زنجبیل کا چشمہ کہتے ہیں۔ ابرار کے پیالہ میں اُس کی تھوڑی سی آمیزش کی جائیگی۔ اصل میں وہ چشمہ بڑے عالی مقام مقربین کے لئے ہے۔ واللہ اعلم۔ **ف۹** اس نام کے معنی ہیں پانی صاف بہتا ہوا۔ کذا فی الموضح۔ **ف۱۰** یعنی ہمیشہ لڑکے رہیں گے یا جنتیوں سے کبھی چھینے نہ جائینگے۔ **ف۱۱** یعنی اپنے حسن و جمال صفائی اور آب و تاب میں اِدھر اُدھر پھرتے ہوئے ایسے خوش منظر معلوم ہونگے گویا بہت سے چمکدار خوبصورت موتی زمین پر بکھیر دیئے گئے۔ **ف۱۲** یعنی جنت کا حال کیا کہا جائے، کوئی دیکھے تو معلوم ہو کہ کیسی عظیم الشان نعمت اور کتنی بھاری بادشاہت ہے جو ادنیٰ ترین جنتی کو نصیب ہوگی۔ رزقنا اللہ منہا بمنہ و فضلہ (باقی بر صفحہ ۷۷۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۶۹ ۔ ف۱۳ یعنی باریک اور دبیز دونوں قسم کے ریشم کے لباس جنتیوں کو ملیں گے۔ ف۱۴ اس سورت میں تین جگہ چاندی کے برتنوں اور زیور وغیرہ کا ذکر
آیا ہے۔ دوسری جگہ سونے کے بیان کئے گئے ہیں۔ ممکن ہے یہ بھی ہوں اور وہ بھی، کسی کو یہ ملیں، کسی کو وہ۔ یا کبھی یہ کبھی وہ ف۱۵ یعنی سب نعمتوں کے بعد شراب طہور کا ایک
جام محبوب حقیقی کی طرف سے ملیگا، جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت، نہ سرگرانی، نہ بدبو، اُس کے پینے سے دل پاک اور پیٹ صاف ہونگے، پینے کے بعد بدن سے پسینہ نکلیگا جس کی خوشبو
مُشک کی طرح مہکنے والی ہوگی۔ ف۱۶ یعنی مزید اعزاز و اکرام اور تطییب قلوب کے لئے کہا جائیگا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔ تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔ اور محنت
ٹھکانے لگی۔ اس کو سُن کر جنتی اور زیادہ خوش ہونگے۔

الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا

قرآن سہج سہج اُتارنا سو تو انتظار کر اپنے ربکے حکم کا ف۱ اور کہنا مت مان اُن میں سے کسی گنہگار کا

اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ

یا ناشکر کا ف۲ اور لیتا رہ نام اپنے رب کا صبح اور شام ف۳ اور کسی وقت رات کو

فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ

سجدہ کر اُس کو ف۴ اور پاکی بول اُس کی بڑی رات تک ف۵ یہ لوگ چاہتے ہیں جلدی ملنے والے کو

وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ

اور چھوڑ رکھا ہے اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو ف۶ ہم نے اُن کو بنایا اور مضبوط کیا اُنکی جوڑ بندی کو

وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ

اور جب ہم چاہیں بدل لائیں اُن جیسے لوگ بدل کر ف۷ یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ

چاہے کر رکھے اپنے رب تک راہ ف۸ اور تم نہیں چاہو گے مگر جو چاہے اللہ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ وَ

بیشک اللہ ہے سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا ف۹ داخل کرلے جس کو چاہے اپنی رحمت میں ف۱۰ اور

الظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾

جو گنہگار ہیں تیار ہے اُن کے واسطے عذاب دردناک

ع ۲ ۹ ۲۰

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچاس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾

قسم ہے چلتی ہواؤں کی دل کو خوش آتی، پھر جھونکا دینے والیوں کی زور سے ف۱۱ پھر اُبھارنے والیوں کی اٹھا کر

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ تاکہ آپ کا دل مضبوط رہے اور لوگ بھی آہستہ آہستہ اپنے نیک و بد کو سمجھ لیں۔ اور معلوم کرلیں کہ جنت کن اعمال کی بدولت ملتی ہے۔ اگر اس طرح سمجھانے پر بھی نہ مانیں اور اپنی ضد و عناد ہی پر قائم رہیں تو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر برابر جمے رہئے۔ اور آخری فیصلہ کا انتظار کیجئے۔

ف۲ عتبہ اور ولید وغیرہ کفار قریش آپ کو دنیوی لالچ دے کر اور چکنی چپڑی باتیں بنا کر چاہتے تھے کہ فرض تبلیغ و دعوت سے باز رکھیں۔ اللہ نے متنبہ فرما دیا۔ کہ آپ ان میں سے کسی کی بات نہ مانیں۔ کیونکہ کسی گنہگار فاسق یا ناشکر کافر کا کہا ماننے سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ ایسے شریروں اور بدبختوں کی بات پر کان دھرنا نہیں چاہیئے۔

ف۳ یعنی ہمہ وقت اُس کو یاد رکھو خصوصاً ان دو وقتوں میں۔ سب خرخشوں کا علاج یہی ذکر خدا ہے۔

ف۴ یعنی نماز پڑھ، شاید مغرب و عشاء مُراد ہو یا تہجد۔

ف۵ اگر "ومن الیل فاسجد لہ" سے تہجد مُراد لیا جائے تو یہاں تسبیح سے اُس کے معنی متبادر مُراد لینگے یعنی شب کو تہجد کے علاوہ بہت زیادہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہئے اور اگر پہلے مغرب و عشاء مراد تھی تو یہاں تسبیح سے تہجد مُراد لے سکتے ہیں۔

ف۶ یعنی یہ لوگ جو آپ کی نصیحت و ہدایت قبول نہیں کرتے اُس کا سبب حُبّ دنیا ہے۔ دنیا چونکہ جلد ہاتھ آنیوالی چیز ہے اُسی کو یہ چاہتے ہیں اور قیامت کے بھاری دن سے غفلت میں ہیں اُس کی کچھ فکر نہیں۔ بلکہ اُس کے آنے کا یقین بھی نہیں۔ سمجھتے ہیں کہ مرکر جب گل سڑ گئے پھر کون دوبارہ ہم کو ایسا ہی بنا کر کھڑا کردیگا؟ آگے اس کا جواب دیا ہے۔

ف۷ یعنی اوّل پیدا ہم نے کیا اور سب جوڑ بند درست کئے۔ آج ہماری وہ قدرت سلب نہیں ہوگئی۔ ہم جب چاہیں اُن کی موجودہ ہستی کو ختم کرکے دوبارہ ایسی ہی ہستی بنا کر کھڑی کردیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ نہ مانینگے تو ہم قادر ہیں کہ جب چاہیں اُن کی جگہ دوسرے ایسے ہی آدمی لے آئیں جو ان کی طرح سرکش نہ ہونگے۔

ف۸ یعنی جبر و زور سے منوا دینا آپ کا کام نہیں، قرآن کے ذریعہ نصیحت کردیجئے۔ آگے ہر ایک کو اختیار ہے جس کا جی چاہے اپنے رب کی خوشنودی تک پہنچنے کا راستہ بنا رکھے۔

ف۹ یعنی تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہے بدون نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بندہ کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے وہ جانتا ہے کہ کس کی استعداد و قابلیت کس قسم کی ہے اسی کے موافق اس کی مشیت کام کرتی ہے۔ پھر وہ جس کو اپنی مشیت سے راہِ راست پر لائے، اور جس کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دے عین صواب و حکمت ہے۔ ف۱۰ یعنی جن کی استعداد اچھی ہوگی اُن کو نیکی پر چلنے کی توفیق دیگا۔ اور اپنی رحمت و فضل کا مستوجب بنائیگا۔ تم سورۃ الدہر وللہ الحمد والمنۃ۔ ف۱۱ یعنی اوّل ہوا نرم اور خوشگوار چلتی ہے جس سے مخلوق کی بہت سی توقعات اور منافع وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد وہی ہوا ایک تند آندھی اور طوفانی جھکّڑ کی شکل اختیار کرکے وہ خرابی اور غضب ڈھاتی ہے کہ لوگ بلبلا اُٹھتے ہیں۔ یہی مثال دنیا و آخرت کی سمجھو کتنے ہی کام ہیں جن کو لوگ فی الحال مفید اور نافع تصوّر کرتے ہیں اور اُن پر بڑی بڑی امیدیں باندھتے ہیں۔ لیکن وہی کام جب قیامت کے دن اپنی اصلی اور سخت ترین خوفناک صورت میں ظاہر ہونگے تو لوگ پناہ مانگنے لگیں گے۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا
پھر پھاڑنے والیوں کی بانٹ کر ف۱ پھر فرشتوں کی جو اُتار کر لائیں وحی ف۲ الزام اُتارنے کو یا ڈر سُنانے کو ف۳ مقرر جو

تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾
تم سے وعدہ ہوا وہ ضرور ہونا ہے ف۴ پھر جب تارے مٹائے جائیں اور جب آسمان میں جھروکے پڑ جائیں ف۵

وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾
اور جب پہاڑ اُڑا دیئے جائیں ف۶ اور جب رسُولوں کا وقت مقرر ہو جائے ف۷ کس دن کے واسطے ان چیزوں میں دیر ہے

لِیَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۵﴾
اس فیصلے کے دن کیواسطے ف۸ اور تُو نے کیا بُوجھا کیا ہے فیصلے کا دن خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۹

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ
کیا ہم نے نہیں مار کھپایا پہلوں کو پھر اُن کے پیچھے بھیجتے ہیں پچھلوں کو ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں

بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ
گنہگاروں کے ساتھ ف۱۰ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۱ کیا ہم نے نہیں بنایا تم کو ایک بے قدر

مَّهِیْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ
پانی سے پھر رکھا اُس کو ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں ف۱۲ ایک وعدہ مقرر تک ف۱۳ پھر ہم اُسکو پورا کر سکے سو ہم کیا

الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾
خوب سکت والے ہیں ف۱۴ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۵ کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی

اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً
زندوں کو اور مُردوں کو ف۱۶ اور رکھے ہم نے زمین میں بوجھ کے لئے پہاڑ اُونچے اور پلایا ہم نے تم کو پانی میٹھا

فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ
پیاس بجھانیوالا ف۱۷ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۸ چل کر دیکھو جس چیز کو تم

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِیْلٍ
جھٹلاتے تھے ف۱۹ چلو ایک چھاؤں میں جس کی تین پھانکیں ہیں ف۲۰ نہ گہری چھاؤں

ف۱ یعنی اُن ہواؤں کی قسم جو بخارات وغیرہ کو اُٹھا کر اُوپر لے جاتی ہیں اور ابر کو اُبھار کر جوّ میں پھیلا دیتی ہیں پھر جہاں جہاں پہنچانا ہے اللہ کے حکم سے اُس کے حصے کر کے بانٹتی ہیں اور بارش کے بعد بادلوں کو پھاڑ کر اِدھر اُدھر متفرق کرتی ہیں اور کچھ ابر کے ساتھ مخصوص نہیں، ہوا کی عام خاصیت یہ ہے کہ اشیاء کی کیفیات مثلاً خوشبو، بدبو وغیرہ کو پھیلائے اُن کے لطیف اجزا کو جُدا کر کے لے اُڑے اور ایک چیز کو اُٹھا کر دوسری چیز سے جا ملائے۔ غرض یہ جمع و تفریق جو ہوا کا خاصہ ہے ایک نمونہ ہے آخرت کا، جہاں حشر و نشر کے بعد لوگ جُدا کئے جائینگے اور ایک جگہ جمع ہونے کے بعد الگ الگ ٹھکانوں پر پہنچا دیئے جائینگے "ھٰذا یوم الفصل جمعنٰکم والاولین"۔ ف۲ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے "فالملقیٰت ذکرا" سے بھی ہوائیں مُراد لی ہیں کیونکہ وحی کی آواز کا لوگوں کے کانوں تک پہنچانا بھی ہوا کے ذریعہ سے ہے۔ (تنبیہ) "المرسلٰت" "العٰصفٰت" "النّٰشرٰت" "الفٰرقٰت" "الملقیٰت" پانچوں کا مصداق کسی نے ہواؤں کو ٹھہرایا ہے، کسی نے فرشتوں کو، کسی نے پیغمبروں کو، اور بعض مفسرین نے پہلی چار سے ہوائیں مُراد لی ہیں اور پانچویں سے فرشتے، جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اور بھی اقوال ہیں جن سب کی تفصیل روح المعانی میں ملے گی۔ ف۳ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں "کہ (وحی سے) کافروں کا الزام اتارنا منظور ہے کہ (سزا کے وقت) نہ کہیں ہم کو خبر نہ تھی اور جن کی قسمت میں ایمان ہے ان کو ڈر سُنانا تا ایمان لائیں"۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جو کلام الٰہی امر و نہی اور عقائد و احکام پر مشتمل ہے وہ عذر کرنے کے واسطے ہے، تا اعمال کی باز پُرس کے وقت اس شخص کے لئے عذر اور دستاویز ہو کہ میں نے فلاں کام حق تعالیٰ کے حکم کے بموجب کیا اور فلاں کام اُس کے حکم سے ترک کیا۔ اور جو کلام الٰہی قصص و اخبار وغیرہ پر مشتمل ہو وہ عموماً منکرین کو ڈرانے اور خوف دلانے کے لئے ہے اور اس سورت میں رُوئے سخن بیشتر مکذبین و منکرین کی طرف تھا۔ اس لئے بشارت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ بہرحال وحی لانے والے فرشتے اور وحی پہنچانے والی ہوائیں شاہد ہیں کہ ایک وقت ضرور آنا چاہئے جب مجرموں کو اُن کی حرکات پر ملزم کیا جائے اور خدا سے ڈرنے والوں کو بالکلیہ مامون و بے فکر کر دیا جائے۔

ف۴ یعنی قیامت کا اور آخرت کے حساب و کتاب اور جزا و سزا کا وعدہ۔

ف۵ یعنی تارے بے نور ہو جائیں، آسمان پھٹ پڑیں اور پھٹنے کی وجہ سے اُن میں دریچیاں اور جھروکے سے نظر آنے لگیں۔

ف۶ یعنی روئی کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں۔

ف۷ تا آگے پیچھے وقت مقرر کے موافق اپنی اپنی اُمتوں کے ساتھ رب العزت کی سب سے بڑی پیشی میں حاضر ہوں۔

ف۸ یعنی جانتے ہو؟ ان اُمُور کو کس دن کے لئے اُٹھا رکھا ہے؟ اُس دن کے لئے جس میں ہر بات کا بالکل آخری اور دو ٹوک فیصلہ ہوگا۔ بیشک اللہ چاہتا تو ابھی ہاتھوں ہاتھ ہر چیز کا فیصلہ کر دیتا۔ لیکن اُس کی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ ایسا کیا جائے

ف۹ یعنی کچھ مت پوچھو، فیصلہ کا دن کیا چیز ہے۔ بس یہ سمجھ لو، کہ جھٹلانے والوں کو اس روز سخت تباہی اور مصیبت کا سامنا ہوگا۔ کیونکہ جس چیز کی انہیں اُمید نہ تھی جب وہ یکایک اپنی ہولناک صورت میں آن پہنچیگی تو ہوش پرّاں ہو جائینگے، اور حیرت و ندامت سے حواس باختہ ہونگے۔

ف۱۰ منکرین قیامت سمجھتے تھے کہ اتنی بڑی دنیا کہاں ختم ہوتی ہے؟ بھلا کون باور کریگا کہ سب آدمی بیک وقت مر جائینگے اور نسل انسانی بالکل نابُود ہو جائیگی؟ یہ دوزخ اور عذاب کے ڈراوے سب فرضی اور بناوٹی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اُس کا جواب دیا کہ پہلے کتنے آدمی مر چکے اور کتنی قومیں اپنے گناہوں کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔ پھر اُن کے پیچھے بھی موت و ہلاکت کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ جب ہماری قدیم عادت مجرموں کی نسبت معلوم ہو چکی تو سمجھ لو کہ دَورِ حاضر کے کفار کو بھی ہم ان ہی اگلوں کے پیچھے چلتا کر دینگے۔ جو ہستی الگ الگ زمانوں میں بڑے بڑے مضبوط آدمیوں کو مار سکتی اور طاقتور مجرموں کو پکڑ کر ہلاک کر سکتی ہے، وہ اس پر کیوں قادر نہ ہوگی کہ سب مخلوق کو ایک دم میں فنا کر دے۔ اور تمام مجرموں کو بیک وقت عذاب کا مزہ چکھائے۔ ف۱۱ یعنی جو قیامت کی آمد کو اس لیے جھٹلاتے تھے کہ سب انسان ایک دم کیسے فنا کر دیئے جائینگے اور کس طرح سب مجرموں کو بیک وقت گرفتار کر کے سزا دینگے۔

ف۱۲ یعنی ایک ٹھہراؤ کی جگہ میں محفوظ رکھا۔ مُراد اس سے رحم مادر ہے جسے ہمارے محاورات میں بچہ دان کہتے ہیں۔ ف۱۳ اکثر وہاں ٹھہرنے کی مدت نو مہینے ہوتی ہے۔

ف۱۴ یعنی اُس پانی کی بوند کو بتدریج پورا کر کے انسان عاقل بنا دیا۔ اس سے ہماری قدرت اور سکت کو سمجھ لو۔ تو اسی انسان کو مرنے کے بعد ہم دوبارہ زندہ نہیں کر سکتے؟ (تنبیہ) بعض نے "قدرنا" کے معنی اندازہ کرنے کے لئے ہیں۔ "اندازہ کیا ہم نے" اور ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں کہ اتنی مدت میں کوئی ضروری چیز رہ نہیں جاتی اور کوئی زائد و بیکار چیز پیدا نہیں ہوتی۔ ف۱۵ جو یوں کہا کرتے تھے کہ مٹی میں مل کر جب ہماری ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہو جائینگی، پھر کس طرح زندہ کر دیئے جائینگے؟ اس وقت اپنے ان لچر پوچ شبہات پر شرمائینگے۔ اور ندامت سے ہاتھ کاٹینگے۔ ف۱۶ یعنی زندہ مخلوق اسی زمین پر بسر کرتی ہے اور مُردے بھی اسی مٹی میں پہنچ جاتے ہیں۔ انسان

بقیہ فوائد صفحہ ۷۷۱ - کو زندگی بھی اسی خاک سے ملی اور موت کے بعد بھی یہی اُس کا ٹھکانا ہوا - تو دوبارہ اسی خاک سے اُس کو اُٹھا دینا کیوں مشکل ہوگا۔ ف۱۷ یعنی اسی زمین میں پہاڑ جیسی وزنی اور سخت چیز پیدا کر دی جو اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کھاتے اور اسی زمین میں پانی کے چشمے جاری کر دیئے جو نرم و سیّال ہونے کی وجہ سے برابر بہتے رہتے ہیں، اور بڑی سہولت سے پینے والے کو سیراب کرتے ہیں - پس جو خدا اس حقیر زمین میں اپنی قدرت کے متضاد نمونے دکھلاتا ہے اور موت و حیات اور سختی و نرمی کے مناظر پیش کرتا ہے - کیا وہ میدانِ حشر میں سختی و نرمی اور نجات و ہلاکت کے مختلف مناظر نہیں دکھلا سکتا - نیز جس کے قبضہ میں پیدا کرنا، ہلاک کرنا، اور حیات و بقار کے سامان فراہم کرنا یہ سب کام ہوئے اُس کی قدرت و نعمت کو جھٹلانا کیوں کر جائز ہوگا۔ ف۱۸ جو سمجھتے تھے کہ ایک جگہ اور ایک وقت میں تمام اولین و آخرین کی اثابت و تعذیب کے اس قدر مختلف اور متضاد کام کیونکر سرانجام پائینگے۔ ف۱۹ یعنی قیامت کے دن یوں کہا جائیگا۔ ف۲۰ قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ کافروں کے سایہ کے لئے ایک دھواں دوزخ سے اُٹھیگا، جو پھٹ کر تین ٹکڑے ہو جائیگا کہتے ہیں کہ اُن میں سے ہر شخص کو تین طرف سے گھیرے گا - ایک ٹکڑا سر کے اُوپر سائبان کی طرح ٹھہریگا - دوسرا ٹکڑا داہنے اور تیسرا بائیں ہو جائیگا - حساب سے فارغ ہونے تک وہ لوگ اسی سایہ کے نیچے رہینگے - اور ایمان دار نیک کردار عرش اعظم کے سایہ میں آرام سے کھڑے ہونگے۔

وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ۝٣١ اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝٣٢ كَاَنَّهٗ

اور نہ کچھ کام آئے طپش میں ف۱ وہ آگ پھینکتی ہے چنگاریاں جیسے محل ف۲ گویا وہ

جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝٣٣ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٣٤ هٰذَا يَوْمُ

اُونٹ ہیں زرد ف۳ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۴ یہ وہ دن ہے

لَا يَنْطِقُوْنَ ۝٣٥ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝٣٦ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

کہ نہ بولیں گے ف۵ اور نہ اُن کو حکم ہو کہ توبہ کریں ف۶ خرابی ہے اُس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٣٧ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝٣٨

جھٹلانے والوں کی ف۷ یہ ہے دن فیصلے کا جمع کیا ہم نے تم کو اور اگلوں کو ف۸

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝٣٩ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٤٠

ع ۱ ۲۱

پھر اگر کچھ داؤ ہے تمہارا تو چلا لو مجھ پر ف۹ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۰

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝٤١ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝٤٢

البتہ جو ڈرنے والے ہیں وہ سایہ میں ہیں ف۱۱ اور نہروں میں اور میوے جس قسم کے وہ چاہیں

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٤٣ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى

کھاؤ اور پیو مزے سے بدلہ اُن کاموں کا جو تم نے کیے تھے ف۱۲ ہم یونہی دیتے ہیں بدلہ

الْمُحْسِنِيْنَ ۝٤٤ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٤٥ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا

نیکی والوں کو خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۳ کھالو اور برت لو

قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝٤٦ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٤٧

تھوڑے دنوں بیشک تم گنہگار ہو ف۱۴ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۵

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝٤٨ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٤٩

اور جب کہیے اُن کو کہ جُھک جاؤ نہیں جھکتے ف۱۶ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۷

فَبِاَىِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝٥٠

ع ۲ ۱۰ ۲۲

اب کس بات پر اُس کے بعد یقین لائیں گے ف۱۸

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ یعنی محض برائے نام سایہ ہوگا، گھری چھاؤں نہیں ہوگی - جس سے آفتاب کی گرمی یا آگ کی تپش سے نجات ملے یا اندر کی گرمی اور پیاس میں کمی ہو۔

ف۲ یعنی اُونچی ہوتی ہیں، چنگاریاں بڑے اُونچے محل کی برابر - یا اُس کے انگارے کلانی میں محل کے برابر ہونگے۔

ف۳ یعنی اگر قصر کے ساتھ تشبیہ بلندی میں تھی تو اُونٹ کے ساتھ کلانی میں ہوگی - اور اگر وہ تشبیہ کلانی میں ہو تو "کاَنّہٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ" کا مطلب یہ ہوگا کہ ابتداءً چنگاریاں محل کے برابر ہونگی، پھر ٹوٹ کر اور چھوٹی ہو کر اُونٹ کے برابر ہو جائینگی - یا اُونٹ کے ساتھ رنگت میں تشبیہ ہو، لیکن اس صورت میں "جِمٰلَتٌ صُفْرٌ" کا ترجمہ جنہوں نے "کالے اونٹوں" سے کیا ہے وہ زیادہ چسپاں ہوگا - کیونکہ روایات سے جہنم کی آگ کا سیاہ و تاریک ہونا ثابت ہو چکا ہے - اور عرب کالے اُونٹ کو صفر اس لئے کہتے ہیں کہ عموماً وہ زردی مائل ہوتا ہے - واللہ اعلم۔

ف۴ جو سمجھتے تھے کہ قیامت آنیوالی نہیں، اور اگر آئی تو ہم وہاں بھی آرام سے رہینگے۔

ف۵ یعنی محشر کے بعض مواطن میں بالکل بول نہ سکیں گے اور جن مواطن میں بولینگے وہ نافع نہ ہوگا - اس لحاظ سے بولنا نہ بولنا برابر ہوا۔

ف۶ کیونکہ معذرت اور توبہ کے قبول ہونے کا وقت گزر گیا۔

ف۷ یعنی جنہوں نے دنیا کی عدالتوں پر قیاس کر کے سمجھ رکھا ہوگا کہ اگر ایسا موقع پیش آگیا وہاں بھی زبان چلا کر اور کچھ عذر معذرت کر کے چھوٹ جائینگے۔

ف۸ تا سب کو اکٹھا کر کے پھر الگ الگ کر دیں اور آخری فیصلہ سنائیں۔

ف۹ لو اب سب کو ہم نے یہاں جمع کر دیا آپس میں مل کر اور مشورے کر کے جو داؤ تدبیر ہماری گرفت سے نکلنے کی کر سکتے ہو کر دیکھو - دنیا میں حق کو دبانے کی بہت تدبیریں کی تھیں - آج اُن میں سے کوئی یاد کرو۔

ف۱۰ جو دوسروں پر بھروسہ کئے ہوئے تھے کہ وہ کسی نہ کسی طرح ہم کو چھڑا لینگے اور بعض گستاخ تو دوزخ کے فرشتوں کی تعداد اُنیس ۱۹ سُن کر یہاں تک کہہ گذرتے تھے کہ اُن میں سے سترہ ۱۷ کو میں اکیلا کافی ہوں۔

ف۱۱ یعنی اوّل عرش کے پھر جنت کے سایوں میں۔ ف۱۲ مکذبین کے مقابل یہ متقین کا حال بیان فرمادیا کہ "الاشیاء تعرف باضدادہا"۔ ف۱۳ جو دنیا میں مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر مرنے کے بعد دوسری زندگی ہے تو وہاں بھی ہم تم سے اچھے رہینگے - اب اُن کو عیش میں اور اپنے کو تکلیف میں دیکھ کر اور زیادہ جلینگے اور ذلیل و رسوا ہونگے۔ ف۱۴ یہ خطاب مکذبین کو ہے کہ چند روز اور مزے اُڑا لو - آخر یہ کھایا پیا بہت بُری طرح نکلیگا - کیونکہ تم اللہ کے مجرم ہو جس کی سزا حبس دوام اور عذاب الیم کے سوا کچھ نہیں - گویا "کُلُوا وَتَمَتَّعُوا" فرمانا ایسا ہوا جیسے ایک مجرم کو جس کے لئے پھانسی کا حکم ہو چکا ہو، پھانسی دینے سے قبل کہہ دیتے ہیں کہ کوئی خواہش ہو تو ظاہر کرو - تا اُس کے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ ف۱۵ جو دنیا کے عیش و بہار اور لذتوں پر ریجھ رہے تھے، یہ خبر نہ تھی کہ جس چیز کو پھولوں کا ہار سمجھ کر گلے میں ڈال رہے ہیں وہ کالا ناگ ہے۔ ف۱۶ یعنی نماز میں یا اللہ کے عام احکام کے سامنے۔ ف۱۷ اُس دن پچھتائینگے کہ دنیا میں احکام الٰہی کے سامنے کیوں نہ جھکے - وہاں سر جھکاتے تو آج یہاں سربلند ہوتے۔ ف۱۸ یعنی قرآن سے بڑھ کر کامل اور مؤثر بیان کس کا ہوگا - اگر یہ مکذبین اس پر یقین نہیں لاتے تو اور کس بات پر ایمان لائینگے؟ کیا قرآن کے بعد کسی اور کتاب کے منتظر ہیں جو آسمان سے اُتریگی؟ تم سورة المرسلات وللہ الحمد والمنة وبہ التوفیق والعصمة.